اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر
ڈائرکٹ سسٹم
052317 - 340
341
342

جلد نمبر : ۲۲
شمارہ : ۱۱
ذی قعدہ/ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ
اگست ۱۹۸۷ء

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۴۰/- روپے — بیرون ملک بحری ڈاک چھ پونڈ
فی پرچہ چار روپے — ،، ،، ہوائی ڈاک دس پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقشِ آغاز

- "نفاذ شریعت" حکومت اور سیاسی پارٹیوں کی ذمہ داری
- سانحہ مکۃ المکرمہ
- امریکی امداد کا تعطل
- تخریب کاری

> مدیر الحق جناب مولانا سمیع الحق نے ۱۵ اگست کو لاہور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا، اس سے قبل بعجلت بعض اہم وقتی اور قومی و ملی مسائل سے متعلق ایک مختصر تحریر بھی لکھ لی جو پریس کو جاری کر دی گئی اور اب بطور نقشِ آغاز کے نذرِ قارئین ہے
>
> ادارہ

اس وقت ملک و ملت کو تخریب کاری، قومی اور صوبائی عصبیت پر مبنی سازشیں، فکری اور نظریاتی انتشار، برسرِ اقتدار طبقہ کی قوم سے نفاذ اسلام کے سلسلہ میں کئے گئے وعدوں سے انحراف اور جغرافیائی صورت حال کے شکل میں جو بحران درپیش ہیں، اس کا تقاضا ہے کہ پوری قوم شریعت کے فوری نفاذ پر متفق ہو، یکجہتی کا مظاہرہ ہو، اس بنا پر لاہور میں منعقد ہونے والی مختلف سیاسی پارٹیوں کے اجتماع سے پہلا مطالبہ ہے کہ اس کانفرنس میں نفاذ شریعت کے معاملہ کو اولین اہمیت دی جائے، اگر اس اجتماع کی میزبان اور شریک ہونے والی پارٹیوں کے زعماء حکومت سے دوسرے مطالبات کو اپنے اصول کے خلاف نہیں سمجھتے تو انہیں حکومت سے فوری طور پر نفاذ اسلام کے مطالبہ میں بھی پس و پیش نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ مسئلہ ملک کو درپیش مسائل میں اہم ترین مسئلہ ہے اور کسی سیاسی پارٹی کا اس مسئلہ میں اپنے موقف کو مبہم رکھ کر اس بارہ میں گومگو پالیسی اختیار کرنا پوری قوم کو اندھیرے میں رکھنا ہوگا، ہمارا مطالبہ ہے کہ کل جماعتی کانفرنس کے ڈیکلریشن میں نفاذ اسلام کا واضح طور پر ذکر ہونا چاہیئے اور یہ کہ ان پارٹیوں کے نزدیک نفاذ اسلام کے لئے کون سا لائحہ عمل اور طریق کار اختیار کیا جاسکتا ہے، جسے یہ لوگ برسرِ اقتدار آنے کے

بعد اپنائیں گے۔ اگر اس کانفرنس نے اس معاملہ میں قوم کی واضح رہنمائی کی اور نفاذ اسلام کے معاملہ کو اپنا سرفہرست مطالبہ بنایا تو نہ صرف ہماری جماعت بلکہ پوری قوم اس کا خیر مقدم کرے گی اور اگر ان پارٹیوں نے اس مسئلہ سے گریز کیا تو قوم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہو گی کہ یہ اجتماع آل پارٹیز کے نام سے اقتدار پسندوں کا ایک ایسا ٹولہ ہے جو جمہوریت کے نام پر قوم کو بے وقوف بنانا چاہتا ہے، جس کا نہ کوئی ہدف ہے نہ منشور بلکہ ان کی اکثریت کو قومی صوبائی، لسانی اور اسلامی مسائل میں مخصوص نظریات سوشلسٹ اور سیکولر خیالات اور لبرل ازم اور لادینیت پر مبنی یکساں اور مخصوص مفادات نے اکٹھا کر دیا ہے، ہمارے نزدیک اگر اس بنیادی مسئلہ نفاذ اسلام کو نظر انداز کر دیا گیا تو اس اجتماع کی نہ صرف یہ کہ کوئی افادیت نہیں رہے گی بلکہ آئندہ کے لئے کوئی مؤثر بھرپور عملی لائحہ عمل پیش نہ کرنے کی صورت میں یہ اجتماع قوم میں مزید افتراق و انتشار برپا کرنے کا ذریعہ بنے گا اور قوم میں مایوسی کی ایک نئی اور تازہ لہر دوڑ جائے گی اور سیاسی قوتوں کے رہے سہے بھرم کو بھی بھول کر آئندہ ۱۹۹۰ء میں ہونے والے انتخابات بھی غیر یقینی بنانے کا ذریعہ بن جائے گا۔ اس وقت سیاسی پارٹیوں کو اگر ملک و ملت کی سالمیت، فلاح و بہبود عزیز ہے اور وہ اگر ملک کو بحران سے نکالنا چاہتے ہیں اور حکومت وقت کو لگام لگانا چاہتے ہیں تو اس کا ایک حل ہے کہ وہ ہمارے پروگرام نفاذ اسلام اور تحریک نفاذ شریعت اسلامیہ کا کھل کر ساتھ دیں، اس جدوجہد میں ہمارے ساتھ شریک ہوں تاکہ ملک حقیقی منزل کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

شریعت بل اور نفاذ شریعت کے سلسلہ میں حکومت کی منافقانہ پالیسی نہایت مذمت کی مستحق ہے۔ حکومت قوم کو اس بارہ میں مایوس کر چکی ہے اور اللہ و رسولؐ اور قوم سے کئے گئے وعدوں سے ایک بار پھر نہایت شدومد سے غداری کی جا رہی ہے اور خطرہ ہے کہ حکومت سمیت پورے ملک اور قوم کو خداوند تعالیٰ کے عتاب کا نشانہ بننا نہ پڑ جائے، حکومت کا کردار نہایت شرمناک ہے اگر وہ شریعت بل کو قابل نفاذ نہیں سمجھتی تو اسے اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے مسترد کر دینا چاہئے جبکہ حکومت کبھی تو اپنا شریعت بل پیش کرنے کی مژدے سنا رہی ہے اور کبھی "نام نہاد مذاکرات" کا ڈھنڈورہ پیٹ کر قوم کو اندھیرے میں رکھتی ہے جبکہ حکومت نہ تو ایسا کوئی بل پیش کر سکیگی جسے اتفاق سے قبول کر سکے اور نہ اکبر اعظم کے دین الٰہی جیسی کوئی جدید اسلامی معاشرہ میں پذیرائی حاصل کر سکتی ہے۔ حکومت اس سلسلہ میں مذاکرات میں ہرگز سنجیدہ نہیں مگر

ہمیں یقین ہے کہ وقت آنے پر پوری قوم قرآن و سنت کی بالادستی کے لئے ہر طرح قربانی د[ینے]
سے دریغ نہیں کرے گی، شریعت بل کے سلسلہ میں قوم نے مسلسل دس سال سے ہر سطح [پر]
ہمارا ساتھ دیا ہے اور ہم اسے سلام عقیدت پیش کرتے ہیں۔

حال ہی میں مکہ مکرمہ میں جو المناک سانحہ پیش آیا ہے اس سے پوری ملت کے اتحا[د]
اور مرکزیت کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے، خداوند تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو امن و آشتی اور سلامتی کا مرکز
ٹھہرایا ہے، پوری ملت مسلمہ یہاں ایک اہم ترین اسلامی رکن فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جمع
ہوتی ہے، خانہ کعبہ مسلم قوم کی فکری، روحانی اور سیاسی و معاشرتی اتحاد و یگانگت کی علامت
ہے، اگر اسے بھی سیاسی عزائم کی تکمیل کی آماجگاہ بنا دیا گیا تو پوری اُمت کی چولیں ہل جائینگی
اس لئے حرمین کے تقدس و حفاظت کے خلاف سازشوں کا پورے عالم اسلام نے سختی سے نوٹس
لینا چاہیئے، یہ پاکستان اور تمام اسلامی ممالک کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ حرمین کے تقدس کو
مذموم سیاسی مقاصد کے بھینٹ چڑھانے والوں کا سختی سے محاسبہ کریں اور اس معاملہ میں
سعودی عرب سے تعاون کریں، اس سلسلہ میں فوری طور پر اسلامی ممالک کا سربراہ اجلاس طلب
کیا جانا چاہیئے۔ اگر اس مسئلے کا عالم اسلام نے نوٹس نہ لیا تو تمام مسلمان ایک اہم دینی فریضہ حج
و عمرہ کو بھی یکسوئی سے ادا نہ کر سکیں گے، نہ طواف میں کسی کی جان محفوظ رہے گی، نہ سعی میں اور
اس طرح مسلمانوں کی وحدت پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گی، اس سلسلہ میں پوری قوم بالخصوص جمعیۃ
العلماء اسلام کا فریضہ ہے کہ وہ حرمین کے تقدس کے لئے بھرپور آواز اٹھائے، کانفرنسیں اور سیمینار
منعقد ہوں اور حرم شریف کی حرمت میں رخنہ اندازی کرنے والوں کو خبردار کیا جائے جمعیۃ العلماء اسلام
اس سلسلہ میں بھرپور پروگرام مرتب کر رہی ہے اور دیگر جماعتوں سے بھی رابطہ قائم کیا جا رہا ہے۔

امریکہ اپنے نام نہاد امداد کو جو در حقیقت ایک سودی کاروبار ہے، بار بار ایسے قیودات
اور شرائط سے مشروط کر رہا ہے، جس کا قبول کرنا کسی بھی آزاد اور غیور قوم کو زیب نہیں دیتا۔ حال ہی
میں پاکستانی امداد کو معطل کر دینے کا امریکی فیصلہ نہایت مذمت کا مستحق ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ
پاکستان کو امریکی دباؤ سے بہر صورت آزاد رکھا جائے اور اس کے ایسے تمام شرائط کو یکسر مسترد
کر دیا جائے جس سے ہمارے ملی تشخص معاشرتی، سماجی، دینی اور سیاسی آزادی پر قدغن لگے،

اس لئے کہ ایسے شرائط کو منوانے کے باوجود بھی امریکہ نے بر نازک موقع پر اپنے حلیفوں سے غداری کی ہے، ہمیں اس موقع پر ملی غیرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے پُرامن ایٹمی پروگرام کو جاری رکھنا چاہیئے اور کسی لگی لپٹی بغیر ایٹم بنانے کی جرات مندانہ پالیسی کا اعلان کردینا چاہیئے، پاکستانی قوم بھوک برداشت کرسکتی ہے مگر امریکہ کی غیر آبرومندانہ امداد کو گوارا نہیں کرسکتی۔ حکومت پاکستان کو چاہیئے کہ فوری طور پر ملک کو امریکہ کی اقتصادی اور سیاسی غلامی اور گرفت سے نکال دینے والی پالیسی کو اختیار کرے

تخریب کاری اور دھماکوں کے پے در پے واقعات انتظامیہ کی نااہلی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہاں نہ کوئی نظام ہے نہ حکومت، نہ انٹیلی جنس ادارے ہیں، ملک افغانستان بنتا جارہا ہے۔ آج تک کسی ملزم کو سرعام یا درپردہ سزا نہیں دی گئی۔ ان واقعات کے درپردہ بھارت اور افغانستان کے ساتھ ساتھ کسی اور پڑوسی ملک کی بھی سرگرمیاں ہوسکتی ہیں جس کے شواہد اور مثالیں سامنے آچکی ہیں، کچھ لوگ ہماری فرقہ وارانہ یکجہتی کو تباہ کرنے کے درپے ہیں اور ان کے رابطے بیرون ملک ایسے عناصر سے ہیں جو کسی طور پر پاکستان میں اتحاد و یکجہتی کی فضاء کو اپنے لئے مفید نہیں سمجھتے، حکومت کو بغیر کسی رعایت اور امتیازی سلوک کے ایسے عناصر کی سختی سے سرکوبی کرنی چاہیئے۔

حضرت حکیم عبدالمجید احمد سیفی نقشبندی مجددی

متوفی ۱۹۶۰ء بیڈن روڈ لاہور

جو تحریکِ آزادی و خلافت کے درویش صفت رہنما تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کے بے لوث خادم اور ملک کے مایہ ناز طبیب تھے، کے زیرِ ترتیب تذکرہ کے لیے اہلِ تعلق سے قلمی و تحریری تعاون کی پُرزور درخواست ہے۔ مرحوم کی کوئی تحریر خط یا واقعہ ہو تو اس سے آگاہ فرمائیں۔

شکریہ

احقر محمد سعید الرحمٰن علوی (مدیر میثاق)

پوسٹ بکس ۴۰۰۵ ۔ لاہور: ۲۵

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

ضبط وترتیب ـــــــ: مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہلِ حق

اسلام کا سیل رواں امام ترمذیؒ کے حالات کا تذکرہ جاری تھا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا

"امام ترمذیؒ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ ترمذ نہر جیحون کے کنارے خوارزم کے قریب واقع ہے۔ نہر جیحون علاقہ خراسان کی مشہور نہر ہے جسے آج کل دریائے آمو کہتے ہیں اور بلخ سے آگے یہی دریا روس اور افغانستان کی سرحد ہے۔ اس پار علماء ومشائخ پیدا ہوئے۔ علماء ماوراء النہر کی نسبت بھی اسی نہر کی طرف ہوتی ہے، علماء فرماتے ہیں کہ علوم ومعارف کا چشمہ مکہ معظمہ میں پھوٹا، اس کی نشوونما مدینہ منورہ میں ہوئی، پھر مدینہ منورہ سے علوم ومعارف کا یہ سیل رواں عراق (کوفہ اور بصرہ) پہنچا جہاں تعلیم وتدریس اور علوم ومعارف کے گلشن کھلے اور خوب بہاریں آئیں اور جب اس نہر کا رُخ خراسان کو ہوا تو ایسا معلوم ہوا جیسے ساری بہاریں خراسان کو منتقل ہوگئیں۔ سن ۲۰۰ھ سے سن ۶۰۰ھ تک خراسان علوم ومعارف کا مرکز رہا، خراسان کی زمین بڑی زرخیز ثابت ہوئی اور اس سرزمین نے علوم ومعارف کے ائمہ بڑے بڑے محدثین اور رجال کار پیدا کئے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی جیسے ائمہ حدیث کا وطن خراسان ہے، مگر "ہر کمالے را زوالے"، جب تاتاری فتنہ اٹھا اور پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لیا تو خراسان بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا، چونکہ دین کی حفاظت اللہ رب العزت نے کرنی ہے، انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون، تو جس سے چاہتے ہیں حفاظت دین کا کام لیتے ہیں، تو خیر وبرکت اور علوم ومعارف کی وہ نہر جو مدینہ منورہ سے چل کر خراسان پہنچی تھی، شام کو منتقل ہوگئی، وہاں سے مصر کو پہنچی اور اب وہاں سے ہندوستان کو منتقل ہوئی، یہ آج برصغیر پاک وہند میں جو علوم ومعارف کے مرکز اور حفاظت واشاعت دین کے قلعے دینی مدارس اور اسلام کے سیاسی غلبہ کے لئے دینی جماعتیں کام کر رہی ہیں، یہ سب اسلامی علوم ہی کے برکات ہیں جو مختلف مظاہر میں اپنے

اپنے محاذ پر مصروفِ عمل ہیں۔

استاد کا اشارہ کام کر گیا

اساتذہ کے اکرام و احترام اور ادب و عظمت کے ملحوظ رکھنے اور اسکی شرعی و اخلاقی حیثیت کے بارے میں حضرت شیخ مدظلہٗ نے ایک روز درس ترمذی میں فرمایا کہ حضرت امام بخاری ایک روز اپنے استاد امام اسحٰق ابن راہویہ کے درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے دوران درس اپنی ایک تمنا ظاہر فرمائی اور کہا کاش! کوئی ایسا باہمت شخص پیدا ہو جائے جو احادیث صحاح کو غیر صحاح سے علیحدہ کر دے، استاد کا اشارہ امام بخاری کی طرف تھا۔

امام بخاریؒ نے استاد کے اشارہ کو سمجھتے ہوئے تعمیل کے لئے کمر ہمت کس لی، مگر چونکہ کام بڑی ذمہ داری کا تھا اور بے حد صبر آزما اور کٹھن مرحلہ تھا، اس لئے اس کے شروع کرنے میں متردد رہے کہ اچانک رات کو خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے کہ آپ ہاتھ میں پنکھا لئے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے مکھیاں اڑا رہے ہیں صبح جب اپنے شیوخ اور اکابر علماء سے اس کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کذب کی نسبت کو دور کر دو گے اور احادیث کے مجموعہ سے ضعاف کو خارج کر کے صحاح کے لکھنے کی توفیق پاؤگے۔ اس خواب سے امام بخاری کو اطمینان قلب ہوا چنانچہ خالص مرفوع احادیث کے تحریر کامل کا عزم مصمم کر لیا اور "الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایامہ" کی صورت میں چھ لاکھ احادیث کا خلاصہ اور لب لباب تیار کر کے امت کے حوالے کر دیا۔ آپ سے خلق کثیر نے استفادہ کیا اور آپ سے بلاواسطہ صحیح بخاری پڑھنے والے فضلاء کی تعداد ۹۰ ہزار سے زائد ہے۔

امام بخاریؒ کی وفات کے بعد، امام ترمذیؒ ان کے جانشین اور مرجع خلائق بنے

حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے اسی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ امام بخاری کی وفات کے بعد ان کے جانشین اور خلیفہ امام ترمذی ٹھہرائے گئے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد خراسان میں امام ترمذی کے ہم پلہ کوئی دوسرا محدث نہیں تھا جیسا کہ موسیٰ بن ملک کی شہادت میں نے پہلے عرض کر دی تو لامحالہ ان کی ذات ہی نے مرجع خلائق بننا تھا، چنانچہ اکناف عالم سے طالبان حدیث کا ایک جم غفیر امام ترمذی کی مجلس درس کی طرف ٹوٹ پڑا۔ خراسان اور ترکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے دور دراز کے گوشوں سے بے شمار طلبہ و تلامذہ درس گاہ ترمذی میں حاضر ہو کر مستفید ہوئے۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں احمد بن عبداللہ المروزی، اسعد بن حمدویہ، داؤد بن نصر البزدوی، احمد بن یوسف،

ابو محمد حسن بن ابراہیم خاص کر قابلِ ذکر ہیں۔

امام ترمذی کا حافظہ اور یادداشت

اللہ پاک نے امام ترمذی کو دیگر ظاہری و باطنی محاسن کے ساتھ ساتھ نہایت قوی اور زبردست حافظہ اور ضبط کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا حفظ و یادداشت میں آپ اپنے زمانہ کی ایک ضرب المثل بن چکے تھے۔ بڑے بڑے محدثین اور اساتذہ حدیث آپ کی قوت حافظہ کے حیرت انگیز واقعات دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شیخ کی روایات کے دو اجزاء ہاتھ لگ گئے تو فوراً اپنے پاس نقل کرکے محفوظ کر لئے۔ اتفاق سے ایک سفر حج میں اس شیخ سے ملاقات ہو گئی تو امام ترمذی نے ان سے حدیث سنانے کی درخواست کی تو شیخ نے آپ کی درخواست قبول کرلی اور فرمایا، اپنے لکھے ہوئے دونوں اجزاء لے آؤ، انہیں سامنے رکھ لو، میں قرأت کرتا جاؤں گا، آپ سنتے جائیں گے اور مطابقت کرتے جائینگے، امام ترمذی اپنی قیام گاہ پر گئے اور اپنے سامان میں ان اجزاء کو تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکے۔ بڑے پریشان ہوئے مگر ایک ترکیب سوجھی کہ ان کے ہم شکل سادہ کاغذ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ سے قرأت حدیث کی درخواست کر دی۔ شیخ پڑھتے جاتے تھے اور امام ترمذی سادہ کاغذ پر نظر جمائے بیٹھے تھے اور یہ تاثر دے رہے تھے گویا لکھے ہوئے اجزاء کی شیخ کی قرأت سے مطابقت کر رہے تھے کہ دورانِ قرأت اچانک شیخ کی نظر سادہ کاغذ پر پڑی تو بے حد خفا ہوئے اور فرمایا کہ ناحق میرے وقت کی تضیع کر رہے ہو۔ اس موقعہ پر امام ترمذیؒ نے تمام صورتِ حال اور حقیقت واقعہ اپنے شیخ سے بیان کی اور عرض کیا کہ آپ نے جس قدر احادیث اب قرأت کی ہیں، سب مجھے یاد ہو گئی ہیں، جب شیخ نے سنانے کا کہا تو ساری فرفر سنا دیں۔ شیخ کو تعجب ہوا مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ ممکن ہے کہ آپ نے پہلے سے لکھے ہوئے اجزاء سے ان روایات کو حفظ کر لیا ہو۔ امام ترمذی نے عرض کیا، آپ اور احادیث سنا دیں تو وہ بھی میں فوراً سنا دینے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ شیخ نے اپنے غرائب سے مزید چالیس احادیث کی قرأت کی اور امام ترمذی سے سنانے کا فرمایا۔ امام ترمذی نے اب کے بار سنی ہوئی احادیث بھی فوراً دہرا دیں تو اس پر شیخ کو بے حد مسرت ہوئی اور فرمایا کہ ما رأیت مثلك قط۔

دوسرا واقعہ اس سے بھی عجیب تر ہے کہ بڑھاپے میں جب آپ کی نظر جاتی رہی اور نابینا ہو گئے تو ایک قافلہ کے ساتھ سفر حج پر جا رہے تھے، اونٹ کی سواری تھی، راستہ میں اونٹ پر بیٹھے بیٹھے ایک جگہ ایسی آئی جہاں امام ترمذی نے اپنا سر اور کمر جھکا لی، رفقاء نے وجہ دریافت کی تو

آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہاں کوئی درخت نظر نہیں آتا؟ جب رفقاء نے انکار کیا تو امام ترمذی نے اصرار کیا کہ اس مقام پر درخت تھا اور فرمایا یہاں درخت ضرور ہے۔ جب ساتھیوں نے کہا کہ ہمیں نظر نہیں آیا تو آپ نے تحقیق کرنے کو کہا۔ جب رفقاء نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعۃً یہاں کبھی درخت موجود تھا مگر اب کاٹ دیا گیا تھا۔

امام ترمذیؒ نے فرمایا کہ آج سے کافی عرصہ قبل جب میرا یہاں سے گزر ہوا تھا تو یہاں ایک بڑا درخت تھا جس کے ٹہنیوں اور شاخوں سے خود کو محفوظ کرنے کے لئے ہم نے اپنی گردنیں جھکالی تھیں۔ امام ترمذی نے فرمایا اگر میری بات غلط ثابت ہو جاتی تو یہ اس بات کی دلیل تھی کہ میرا حافظ کمزور ہو چکا ہے اور مجھے اپنے حافظہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے لہٰذا میں بیانِ حدیث ترک کر دیتا۔[1]

---

[1] واقعہ حیرت انگیز ضرور ہے مگر ایسا نہیں کہ اسے تاریخ میں ایک نئی چیز یا صرف ایک ہی واقعہ قرار دیا جائے جو حضرات محدثین کی تاریخ، ائمہ اور فقہاء کے حالات اور اسماء الرجال کی کتابوں پر گہری نظر رکھتے ہیں ان کے لئے ایسی باتیں کوئی نادرہ نہیں ہوتیں جس پر تعجب ہو۔ اسلاف کی تاریخ میں اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں علامہ مناظر احسن گیلانی تدوین حدیث میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر عبداللہ بن طاہر کے دربار میں ابن راہویہ کی ایک دوسرے عالم سے بعض مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی، کسی کتاب کی عبارت کے متعلق دونوں میں اختلاف پیدا ہوا، اس پر ابن راہویہ نے امیر عبداللہ سے کہا کہ اپنے کتب خانہ سے فلاں کتاب منگوایئے، کتاب منگوائی گئی ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس کے بعد لکھا ہے کہ امیر عبداللہ کو خطاب کرکے ابن راہویہ نے کہا کہ عد من الکتاب احدیٰ عشر ورقۃ ثم عد سبعۃ، اس طرح ج۲ ص۱۳۱، کتاب کے گیارہ ورق شمار کرکے پلٹیئے اور گنئے، ساتویں سطر میں وہی ملے گا جو میں کہہ رہا ہوں۔

دیکھا گیا جو کچھ ابن راہویہ کہہ رہے تھے، وہی بات کتاب میں نکلی تو امیر عبداللہ نے ابن راہویہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا

علمت انک قد تحفظ المسائل ولکنی اعجب لحفظک ھذہ المشاھدۃ	یہ چیز تو مجھے معلوم ہی تھی کہ مسائل آپ کو خوب یاد ہیں لیکن تمہاری قوت یادداشت اور حفظ کے اس مشاہدہ نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔

امام ترمذی کی عبادت و پرہیزگاری

اسی مجلس میں شیخ الحدیث مدظلہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خشیت الٰہی اور زہد و تقویٰ آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، اکثر اوقات خوف خدا سے روتے رہتے تھے، شبانہ روز عبادت گذاری اور گریہ و زاری سے آنکھوں کی بینائی بھی متاثر ہوئی اور آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے بعض حضرات کا خیال ہے کہ امام ترمذی مادرزاد نابینا پیدا ہوئے تھے مگر یہ رائے صحیح نہیں، حافظ ابن حجر اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اس کی تردید کی ہے

مجلس شیخ الحدیث میں حکیم محمد سعید کی تشریف آوری

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے چیئرمین جناب حکیم محمد سعید صاحب حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں تشریف لائے، نماز مغرب ہوچکی تھی، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ، مولانا سمیع الحق کی قیام گاہ میں تشریف فرما تھے، جناب حکیم محمد سعید صاحب نے اپنے رفقاء کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی، اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی عیادت اور تیمارداری کی، اس دوران طب و حکمت، ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال حکومت کی بعض ناجائز پالیسیوں اور تحریک نفاذ شریعت کے بارے میں باہمی تبادلہ خیال ہوا۔

اسماء الرجال کی کتابوں میں محدثین حضرات کے تذکروں میں کثرت سے ان کے حفظ و قوت یادداشت کے حیرت انگیز واقعات موجود ہیں، بطور مثال ایک دو واقعات نقل کئے جاتے ہیں (۱) محدث علی بن شعیب فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مجھے چوبیس ہزار حدیثیں مع سند یاد ہیں اور میں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا (تذکرہ ج۱ ص۲۹۳) حضرت ملا جیون لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کو بیس ہزار حدیثیں ایسی یاد تھیں جو موضوع تھیں (نور الانوار) اس سے اندازہ کرلیا جائیگا کہ ان کو صحیح حدیثیں کتنی یاد ہوں گی، امام ابوداؤد الطیالسی فرماتے ہیں کہ میں فی الحال تیس ہزار حدیثیں فرفر زبانی سنا سکتا ہوں، عمرو بن شیبہ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ نے اصبہان میں چالیس ہزار احادیث زبانی املاکرائیں تھیں اور ان کے پاس کوئی کتاب موجود نہ تھی (تہذیب ج۴ ص۱۸۳) میزان ج۲ ص۴۴ میں ہے کہ امام عبداللہ بن ابی داؤد نے خود اپنی سرگذشت بیان کی اور کہا کہ جب میں اصبہان پہنچا تو لوگوں نے مجھے ایک جلیل القدر امام اور محدث کا لڑکا سمجھ کر حدیث بیان کرنے کا مطالبہ کیا اور اس پر انہوں نے خاصا اصرار کیا میں نے ان کے اصرار پر تیس ہزار حدیثیں زبانی سناڈالیں وہاں کے محدثین کرام نے صرف سات حدیثوں میں میری غلطی نکالی جب میں نے اپنی بیاض دیکھی تو پانچ میں اوپر سے غلطی نقل ہوتی چلی آئی تھی اور دو حدیثوں میں مجھ سے غلطی ہوئی تھی

(عبدالقیوم حقانی)

حکیم صاحب نے جب "مدینۃ الحکمۃ" کے نام سے ایک عظیم اور وسیع شہر قائم کرنے کے منصوبے کا حضرت مدظلہ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا، آپ قوم اور ملک وملت کی قیمتی اثاثہ ہیں آپ کے عزائم اچھے اور حوصلے بلند ہیں، میری دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو "مدینۃ الحکمۃ" بسانے اور اس کے مثبت اور قومی وملکی سطح پر بہترین نتائج وثمرات سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمادے گا، طب وحکمت کے ذریعہ بھی آپ کی اسلامی اور انسانی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع اور دنیا وآخرت کی سرخروئی کا ذریعہ ہے۔

اس موقع پر مولانا سمیع الحق نے حکیم صاحب کو ضیافت بھی دی، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے حکیم صاحب کی یہ نشست تقریباً گھنٹہ بھر جاری رہی، مجلس کے اختتام پر محبت وعقیدت کے اظہار اور دعاؤں کی درخواست کے ساتھ حکیم صاحب اور ان کے رفقاء نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے رخصت لی اور راولپنڈی کے لئے روانہ ہوگئے۔

مولانا شہاب الدین ندوی

نظریۂ ارتقاء اور ما قبل آدم مخلوق

چند اسلامی عقائد اور جدید انکشافات کا جائزہ

تورات کی غلط بیانی (بائیبل کے موجودہ عہد نامۂ قدیم) کے مطابق ظہور آدم اب سے کوئی چھ ہزار سال پہلے ہوا ہے۔ ڈاکٹر موریس بوکائی کی تحقیق کے مطابق تورات کی رو سے چار ہزار سال قبل مسیح حضرت آدمؑ کی تخلیق عمل میں آئی تھی[1] جس کو انہوں نے حقیقت واقعہ سے بہت دور قرار دیا ہے۔ واضح رہے کہ خود مسلمان مؤرخین نے بھی یہودیوں کے ان ادعائی بیانات پر تنقید کی ہے چنانچہ علامہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں یہودیوں کے اس بیان کو ان کا محض ایک دعوی قرار دیا ہے کہ تخلیق آدم سے ہجرت تک ۴۶۴۲ سال ہوتے ہیں جبکہ اس کے برعکس یونانی نصاریٰ کا دعوی ۵۹۹۲ سال ہے[2]۔ اس سلسلے میں علامہ ابن کثیر نے بڑے پتے کی بات لکھی ہے کہ تورات میں تاریخ اور سنین کے بارے میں جو غلطیاں واقع ہوئی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شاید بعد والوں نے بطور تفسیر داخل کر دی ہوں گی جو اصل سے زائد ہیں[3]۔

جدید اثری انکشافات اس طرح مسلمان مؤرخین کے نزدیک بائبل کے ان بیانات کی حیثیت پہلے ہی سے مشکوک رہی ہے۔ مگر جدید اثری تحقیقات (ARCHAEOLOGICAL DIS-COVERIES)۔ علم الانسان (ANTHROPOLOGY) اور علم احضوریات: PALEONTOLOGY منظر عام پر آنیوالے نئے نئے انکشافات کی بنا پر اس قسم کے واقعات کی تاریخی حیثیت کو جھٹلایا اور چیلنج کیا جا رہا ہے کہ انسان کا وجود روئے زمین پر صرف چند ہزار سال سے نہیں بلکہ لاکھوں سالوں سے ہے نیز یہ کہ انسان بائیبل یا قرآن کے مطابق کسی تخلیق خصوصی کی بنا پر یکبارگی یا ناگہاں طور پر نہیں بلکہ لاکھوں سالوں کے تدریجی ارتقا

---

[1] THE BIBLE, THE QURAN AND SCIENCE P.31 (KARACHI)

[2] الکامل فی التاریخ ۱/۱۲ دار صادر بیروت، ۱۴۰۲ھ۔

[3] البدایہ والنہایہ، ۱/۹۶، مکتبہ المعارف بیروت، ۱۴۰۴ھ

کے تحت ظاہر ہوا ہے اور اسکے ثبوت میں زمین سے برآمد ہونیوالے بعض ناقص ڈھانچے اور احفوری آثار (FOSSILS) وغیرہ پیش کئے جاتے ہیں جو انسانی شکل وصورت سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں اور ان کو احفوری انسان (FOSSIL MAN) بھی کہا جاتا ہے اور اس قسم کے آثار و باقیات کو بنیاد بنا کر کہا جاتا ہے کہ انسان کسی خالق (CREATOR) کی کرشمہ سازیوں کی بنا پر یکبارگی پردہ خفا سے ظاہر نہیں ہوگیا۔ بلکہ اپنی صورت اعلیٰ لبوزنہ (لمبے ہاتھ والا بے دم کا بندر، جس کو انگریزی میں APE کہا جاتا ہے، مثلاً چمپنزی اور گوریلا وغیرہ) سے ارتقائی طور پر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ شکل میں نمودار ہوا ہے۔

اس طرح یہ دونوں بیانات اور دعوے افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے اگرچہ دور آدم متعین تو نہیں ہے، یعنی قرآن اور حدیث میں کہیں بھی دور آدم کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ مگر وہ لاکھوں سال تک پھیلا ہوا بھی نہیں ہو سکتا۔ تورات کا بیان اگرچہ کچھ غلط سہی مگر پھر بھی اس کو بہت زیادہ انحراف نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ "علم الانسان" کی رو سے "جدید انسان" (MODERN MAN) کا دور اب سے کوئی دس ہزار سال پہلے شروع ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ثابت کیا جائیگا۔ "جدید انسان کے اولین نمائندہ پر "آدم" کا اطلاق بخوبی ہو سکتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس "احفوری انسان" پر اس کا اطلاق مشکوک اور غیر یقینی ہے۔

ایک وضاحت اس مسئلے پر قرآنی نقطہ نظر سے بحث شروع کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احفوری انسان (FOSSIL MAN) سے متعلق جدید ترین انثری تحقیقات کا ایک خلاصہ بطور تمہید پیش کر دیا جائے جس کی تفصیل مع حوالوں کے آگے آ رہی ہے۔ تاکہ ان مسائل اور ان کی نوعیت کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ اور یہ مباحث زیادہ تر انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۳ء) سے ماخوذ ہیں۔ مگر آگے بڑھنے سے پہلے ایک بات کی وضاحت کر دینا بہت ضروری ہے کہ علم الانسان (ANTHROPOLOGY) آج ایک وسیع علم بن چکا ہے اور اس علم کی اپنی وضع کردہ اصلاحات ہیں جنکا تذکرہ کرکے بحث کرنی پڑتی ہے۔ لہذا ان اصطلاحات کو نقل کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنے اعتقاد یا حقیقت واقعہ کے بھی عین مطابق ہے۔ بلکہ بدرجۂ مجبوری ایسا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً احفوری انسان یا "جاوا کا نخنی انسان" (THE APE MAN OF JAVA) وغیرہ کو اسلامی

نقطۂ نظر سے " انسان " یا " آدمی " کہنا قطعاً درست نہیں ہے۔ کیونکہ انسان یا آدمی نام ہے
اس فردِ خاندان کا جس کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے چلا تھا مگر مجھے جہاں کہیں بھی موقع
ملا اس کے لئے میں نے اپنی طرف سے ایک نئی اصطلاح " ماقبل آدم مخلوق " کو پیش کرنے کی
کوشش کی ہے تاکہ اسلامی نقطۂ نظر سے وہ قابل قبول ہو سکے۔ مگر جہاں کہیں جدید اصطلاحات
آہی گئی ہیں تو وہ بطور مجبوری ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وضاحت کے بعد کوئی غلط فہمی
نہ ہونی چاہیے۔

ارتقاء پسندوں کے دعوے

طبقات الارض (GEOLOGY) کی تحقیقات کے سلسلے
میں برآمد ہونے والے بعض آثار و باقیات (REMAINS) کی بنیاد پر ماہرین آثار قدیمہ
(PALEONTOLOGISTS) یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ انسان کا مورثِ
اعلیٰ بوزنہ (APE) یعنی چمپنزی اور گوریلا وغیرہ تھا۔ چنانچہ ان چار پیروں والے بندروں
میں لاکھوں سال تک بتدریج ارتقاء ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ دو پیروں پر چلنے والی ایک نوع :۔
(SPECIES) برآمد ہوئی جو صورت شکل کے اعتبار سے اسی " بوزنہ خاندان " سے
تعلق رکھنے والی تھی۔ مگر وہ انسان کی طرح دو پیروں پر چل سکتی تھی۔ مگر قدرے جھک کر۔
اس نوع کو راماپیتھی کس (RAMAPITHECUS) کا نام دیا گیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد
اس کی کچھ مزید " ترقی یافتہ " نوع کو آسٹرالوپیتھی کس (AUSTRALOPITECUS)
کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اسی طرح پھر کئی سال کے بعد اس ارتقاء میں مزید سدھار
ہوا اور سیدھا چلنے والی ایک اور نوع کا ظہور عمل میں آیا جس کو " تحت الانسان " یا
(سیدھا چلنے والا انسان) (HOMO ERECTUS.) کہا جاتا ہے۔ مگر بتایا جاتا ہے
کہ اس میں بھی کسی قدر کبڑا پن ضرور تھا۔ نیز اس کے بارے میں یہ بھی قیاس ہے کہ وہ
غالباً گونگا تھا۔ لیکن اس نوع کا دماغ اپنی سابقہ انواع سے بڑا تھا اور وہ پتھر کے اوزار
کا استعمال جانتا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ " جاوا کا تحتی انسان " (THE APE MAN OF JAVA)
اور " ہائیڈل برگ انسان " (HEIDELBERG MAN.) وغیرہ کا تعلق اسی نوع سے
تھا۔ یہ دو مشہور " احفوری انسانوں کی قسمیں ہیں۔ جو بالترتیب جاوا اور جرمنی میں دریافت
ہوئیں۔ غرض اسی طرح پھر مزید لاکھوں سال کے ارتقاء کے بعد موجودہ انسان سے یک گونہ
قریبی تعلق رکھنے والی ایک اور نئی نوع کا ظہور ہوا جس کو ہوموسیپی ینس (HOMO SAPIENS)

(ذہین انسان) کا نام دیا گیا ہے۔ یہ دماغ میں اپنی سابقہ انواع سے بڑا تھا اور
شکار کھیلنا نیز مختلف اوزار بنانا جانتا تھا۔ اس نوع کی دو معدوم شدہ قسمیں:
"نینڈرتھل انسان" (NEANDERTHAL MAN .) اور "کرومیگنن انسان"
(CROMAGNON MAN .) بہت مشہور ہیں۔ قسم اول کا ڈھانچہ مغربی جرمنی کے ایک
مقام نینڈرتھل میں اور قسم دوم کا ڈھانچہ فرانس کے ایک غار کرومیگنن میں پہلی مرتبہ
ملا تھا۔ اسی بنا پر ان کو یہی نام دیدیا گیا ہے۔

مذہب کے لئے ایک نیا چیلنج اسی طرح زمین کی کھدائی سے یورپ، ایشیا اور افریقہ
کے مختلف قسم کے احفوری نمونے (FOSSILS .) جو زیادہ تر دانتوں، جبڑے کی
ہڈیوں اور کھوپڑی کے ٹکڑوں کی شکل میں ہونے کی وجہ سے "نامکمل ڈھانچے" کہلاتے
ہیں۔ دن بدن اور مسلسل برآمد ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ان مختلف آثار اور نمونوں کی
شکل وصورت کا تعین ان اجزاء کے ذریعہ کیا جا رہا ہے اور ان کی عمروں اور ان کے ادوار
کا پتہ مختلف طریقوں سے چلایا جا رہا ہے۔ پھر انہیں مختلف انواع (SPECIES .) میں
بانٹ کر ارتقاء (EVOLUTION .) کی کڑیاں دریافت کی جا رہی ہے۔ ان دریافت شدہ
آثار اور جزئی ڈھانچوں کی رو سے چونکہ ان میں سے بعض نمونے موجودہ انسان سے ملتے جلتے
ہیں اس بنا پر قیاس کیا جا رہا ہے کہ انسان کا وجود روئے زمین پر چونکہ لاکھوں سال
سے ہے لہذا ظہور آدم کی مدت کو چند ہزار سال پہلے قرار دینا کسی بھی طرح صحیح نہیں ہو
سکتا۔ اور پھر مادہ پرست اس سے ایک اور نتیجہ یہ بھی نکالتے ہیں چونکہ نوع انسانی کے ظہور
کے تعلق سے "مذہب کا یہ بیان قطعاً غلط ہے اس لئے مذہب کی اصل بھی غلط ہے یعنی
مذہب بجائے خود صحیح اور واقعی نظریات کی بنیادوں پر قائم نہیں بلکہ محض چند اوہام و
خرافات یا بعض خود غرض انسانوں کے گھڑے ہوئے نظریات کا مجموعہ ہے۔ لہذا مذہب کی
کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی۔

یہ ہے موجودہ دور کا وہ اہم ترین مسئلہ جس نے نہ صرف عیسائی اہل علم کو بوکھلا دیا
ہے بلکہ بعض مسلم علماء اور دانشوروں کو بھی شک و شبہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ چنانچہ اب آدم کی
متعین شخصیت اور اس کی فضیلت کے بارے میں بعض مذہبی حلقے عام طور پر ارتیابیت اور
اور بے یقینی کا شکار ہو چکے ہیں۔ عیسائی دنیا میں تو اس نئی صورتحال کے مقابلے کے لئے

کوئی دم خم ہی باقی نہیں رہ گیا ہے۔ کیونکہ بائیبل اپنے ناکافی بیانات کے باعث نئے مسائل اور گرہوں کو کھولنے کی راہ میں کوئی بھی تشفی بخش مواد یا رہنمائی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تورات اور انجیل محض عارضی اور موقت صحیفے تھے جو محض اپنے ادوار کی رہنمائی کے لئے نازل ہوئے تھے۔

جدید چیلنج کا جواب قرآن میں اب اس کے برعکس قرآن مجید ہی واحد اور سدابہار صحیفۂ ربانی ہے جو ہر دور کے پیدا شدہ مسائل کا جواب دے سکتا ہے اور ہر دور میں پیدا ہونیوالے پیچیدہ مسائل اور معمول کو کھول سکتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم کو تمام کتب سماویہ کا "مھیمن" یعنی نگران و محافظ قرار دیا گیا ہے۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ :۔ ہم نے تجھ پر وہ کتاب اتاری ہے جو اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان پر نگران ہے۔ لہٰذا تو اللہ کے نازل کردہ (حکم) کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کر۔ (مائدہ : ۴۸)

نیز اس کتاب حکمت کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ پوری نوع انسانی کے لئے ہدایت اور علمی دلائل سے بھرپور کتاب ہے جو انسان کی سبق آوری کے لئے مختلف اسالیب میں بیان کئے گئے ہیں :۔ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ "یہ لوگوں کے لئے نامۂ ہدایت اور (حق و باطل میں) فرق و امتیاز کے دلائل سے پُر ہے"۔ (بقرہ : ۱۸۵)۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّکَّرُوْا اور ہم نے اس قرآن میں (مختلف مضامین) پھیر پھیر کر بیان کئے ہیں تاکہ وہ چونک سکیں (اسراء : ۴۱)۔

اسی بنا پر ارشاد ہے کہ یہ حیرت انگیز صحیفہ ایک دانشمند اور ہمہ دان ہستی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وَاِنَّکَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ اور تم اس قرآن کو یقیناً ایک حکمت والی اور ہمہ دان ہستی سے حاصل کر رہے ہو۔ (نمل : ۶)

قرآن مجید کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ نوع انسانی کے درمیان برپا ہونے والے اختلافات کے درمیان کلام فیصل بنے۔ جیساکہ اس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىکَ اللّٰهُ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ٥ یقیناً ہم نے تیرے پاس یہ کتاب سچائی کے ساتھ بھیجی ہے تاکہ تو (اس کی روشنی میں) اللہ کی فہمائش کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کر سکے۔ اور تو (علمی) خیانت کرنیوالوں کا وکیل

سکتے ہیں (نساء : ۱۰۵)

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ : "اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب اسی لئے اتاری ہے کہ تو ان لوگوں کے سامنے وہ بات کھول کر بیان کر دے جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور اس طرح وہ اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت بن سکے (نحل : ۶۴)۔

اس اعتبار سے قرآن حکیم ایک زندہ اور ابدی کتاب ہے، جس میں قیامت تک پیش آنیوالے تمام مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے اور قرآنی علم رکھنے والے علماء اور اہل بصیرت اس کے معانی و مطالب کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کر کے جدید مسائل کا حل نکال سکتے ہیں جس کے ذریعہ عالم انسانی کی رہنمائی ہو۔ اس طرح قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی حقیقت اور اس کے اعجاز کے نئے نئے پہلو بھی ظاہر ہوتے رہیں گے۔

لہذا اگر قرآن زیر بحث مسئلے کو تشفی بخش طور پر حل کر دے تو پھر اس کی صداقت و سچائی اور اس کی ابدیت و عالمگیری میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ بغیر خدائی رہنمائی کے ہزاروں سال پہلے ایسی کوئی کتاب پیش کر دینا ناممکن ہے۔ جو مستقبل کے تعلق سے ہر دور کے مسائل کا صحیح حل پیش کر دے۔ اس لحاظ سے قرآن کریم یقیناً کتاب الٰہی ہے جس کا مزید انکار اب بہت بڑی محرومی اور بد نصیبی کی بات ہوگی۔ بہرحال آئیے اب دیکھیں قرآن اس مسئلے کو کس نظر سے دیکھتا ہے اور اس کا کیا حل پیش کرتا ہے۔؟

نظریۂ ارتقاء کی عالمگیری واقعہ یہ ہے کہ آج نظریہ ارتقاء اور اس سے متعلق مسائل نے ایک عالمگیر شکل اختیار کر لی ہے اور یہ مسائل اس وقت پوری نوع انسانی کے ذہنوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ ہر طرف سوال و جواب کا ذہن گرم ہے۔ دعووں اور جوابی دعووں کی بھرمار ہے۔ نزاعی بحثوں کا ایک انبار عظیم وجود میں آچکا ہے۔ نصابی کتابیں ان مسائل سے بھری ہوئی ہیں جو نئی نسلوں کے ذہنوں پر اثر انداز ہو رہی ہیں اور اس نظریہ کی چھاپ اس وقت دنیا کے ہر علم و فن پر نمایاں نظر آ رہی ہے۔ لہذا یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ اس مسئلے نے علمی حلقوں کے سامنے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان کھڑا کر دیا ہے۔ اور اس اعتبار سے پوری نوع انسانی اس وقت حیران و سرگرداں ایک دوراہے پر کھڑی نظر آ رہی ہے۔ لہذا اس مسئلے میں مذہب کی طرف سے صحیح رہنمائی نہ ملنے کی صورت میں الحاد و لادینیت کو مزید تقویت ملے گی۔

اور دین و مذہب کو ہمیشہ کے لئے ناکام قرار دیا جائے گا۔

اسلام کی رہنمائی

لہٰذا ضروری ہے کہ اسلام جیسے سچے اور ابدی دین کی طرف سے اس سلسلے میں واضح اور تسلی بخش جواب دیا جائے جو اس کی جامعیت و کاملیت کا ثبوت ہو۔ اسی جذبے کے تحت یہ سطور تحریر کی جا رہی ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے وہ کسی حقیقت واقعہ سے انکار یا اس سے آنکھیں بند کر لینے کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ حقائق سے مقابلہ کرنے کی یا حقیقت پسندی سے کام لینے کی دعوت دیتا ہے' جو دیگر تمام مذاہب کے مقابلے میں ایک نرالی دعوت دیتا ہے بلکہ وہ تو علمی تحقیق پر نہ صرف ابھارتا ہے بلکہ مختلف طریقوں سے اس کی ہمت افزائی بھی کرتا ہے تاکہ نوع انسانی دنیا بھر کی چیزوں کا جائزہ لے کر حقائق کا کھوج لگائے اور پھر مذہب کے بنیادی تصورات و تعلیمات سے ان کا مقابلہ کر کے سچائی معلوم کرے۔ خود زیر بحث مسئلے کو لیجئے کہ حیات کا آغاز کیسے ہوا اور انسان کی تخلیق کس طرح عمل میں آئی؟ اس باب میں دیکھئے کہ وہ کتنے زوردار طریقے سے بنی نوع انسان کو دعوت فکر اور دعوت تحقیق دیتا ہے

قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ: کہہ دو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ تخلیق کا آغاز کس طرح ہوا؟ (عنکبوت: ۲۰)

نیز وہ مزید کہتا ہے کہ انسانوں کی خلقت اور مختلف انواع (SPECIES.) اور خاص کر حیوانات کے زمین میں انتشار اور پھیلاؤ میں یقین کرنے والوں کے لئے خلاق فطرت کی جانب سے علمی دلائل ودیعت کر دیئے گئے ہیں۔

وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَابَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ: تمہاری خلقت اور حیوانات کے پھیلاؤ میں یقین کرنیوالوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ (جاثیہ: ۴)

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَابَّۃٍ: اور اس کے وجود کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان دونوں میں (مختلف) جانداروں کو پھیلا دینا۔ (شوریٰ: ۲۹)۔

نیز اسی طرح وہ کہتا ہے کہ انسان کی عبرت و بصیرت کے لئے حیوانات و نباتات وغیرہ ہر چیز میں جوڑے جوڑے بنائے گئے ہیں تاکہ وہ خالق کائنات کی خلاقیت کا مشاہدہ کر سکے۔

وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ: اور ہم نے ہر چیز میں نر و مادہ

بنائے ہیں تاکہ تم چونک سکو۔ (ذاریات : ۴۹)۔

اس قسم کی بے شمار آیتیں موجود ہیں جن کے ذریعہ انسان کو مختلف علمی و سائنسی میدانوں میں تجربہ و مشاہدہ کر کے ابدی صداقتوں کا پتہ لگانے کی دعوت دی گئی ہے اس لحاظ سے علمی و سائنسی تحقیقات و اکتشافات قرآنی منشا و مقصد ہی کے عین مطابق ہیں اور اس اعتبار سے جدید سے جدید تحقیقات و اکتشافات قرآن کی ابدی تعلیمات کو متاثر نہیں کر سکتے۔ ورنہ وہ اس کی دعوت ہرگز نہ دیتا چونکہ قرآن اور کائنات دونوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے لہذا ان دونوں میں تعارض و تضاد کبھی نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم نے یہ طریقہ علمی اعتبار سے نوع انسانی پر حجت قائم کرنے کی غرض سے اختیار کیا ہے کیونکہ خلاق فطرت نے اس عالم رنگ و بو کے مظاہر کی تخلیق کچھ اس ڈھنگ سے کی ہے کہ ان میں غور و فکر کے باعث اس کے کلام ابدی کی صداقت نمایاں ہو جائے اسی لئے ارشاد ہے:

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو (اور اسی طرح ان میں موجود اشیاء کو) حقانیت کے ساتھ پیدا کیا ہے یقیناً اس باب میں اہل ایمان کے لئے ایک بڑی نشانی موجود ہے (عنکبوت : ۴۴)

اس اعتبار سے کتاب الہٰی کے نصوص اور اس کے اشارات کی روشنی میں تحقیقات جدیدہ کی بہتر سے بہتر توجیہ کی جا سکتی ہے اور اس طرح خود کتاب اللہ کی عظمت بھی ظاہر ہو گی کہ اس میں دنیا بھر کے تمام علمی حقائق کو سمیٹ لینے کی استعداد پوری طرح رکھ دی گئی ہے۔ مگر اس سلسلے میں دو شرطیں ہیں۔ پہلی یہ کہ علمی و تحقیقی اعتبار سے یا دوسرے لفظوں میں تجربہ و مشاہدے کی رُو سے ثابت شدہ حقائق ہوں، نہ کہ محض قیاسات و مفروضات اور دوسری شرط یہ کہ قرآنی بیانات میں تاویل نہ کی جائے۔ بلکہ اس کے نصوص (جن کو اصول فقہ کی زبان میں عبارت النص اشارت النص، دلالت النص اور اقتضاء النص کہا جاتا ہے) کے ذریعہ ثابت شدہ مفہوم سے استدلال کیا جائے۔ بالفاظ دیگر قرآنی منصوصات (اس کے واضح بیانات) کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کیا جائے۔ بلکہ لغت، نحو اور اصول تفسیر کی رو سے جو صحیح مفہوم ثابت ہو رہا ہو اس سے استدلال کیا جائے اور یہ خیال ذہن سے بالکل نکال دیا جائے کہ قرآن حکیم کبھی اور کسی بھی حالت میں علم و تحقیق کی رو سے ثابت شدہ حقائق سے ٹکرا سکتا ہے۔ حاشا و کلا۔ کیونکہ یہ رب العلمین کا کلام ہے جو ماضی اور مستقبل کے تمام احوال و کوائف اور حقائق و معارف کا یکساں علم رکھتا ہے۔

لہٰذا اس کی دی ہوئی خبر اور اس کا بیان کیا ہوا کوئی واقعہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اور اس لحاظ سے صحیح اور ثابت شدہ اصولوں کے مطابق اُس کے مفہوم کو زمانۂ مستقبل کبھی چیلنج نہیں کر سکتا۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ : حق بات تیرے رب کی جانب سے ہے۔ لہٰذا تو کبھی شک کرنے والا نہ بن۔ (بقرہ : ۱۴۷)

ما قبلِ آدم مخلوق اب آئیے اصل موضوع کی طرف۔ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ بعض قرآنی اشارات اور اسلامی روایات کی رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی زمین پر کوئی دانا یا باشعور مخلوق ضرور آباد تھی جس کو "جن" کہا گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں قرآن حکیم سے دو بنیادی اشارے اور دلائل مہیا ہوتے ہیں چنانچہ پہلی دلیل یہ ہے کہ تخلیق آدم کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ اور فرشتوں میں مکالمہ ہوا تو اس وقت فرشتوں نے زمین پر آباد سابقہ مخلوق پر قیاس کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں ایک شبہ پیش کیا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ نئی مخلوق بھی زمین میں فساد اور خونریزی کرے۔

قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ : انہوں نے کہا کہ کیا تو زمین میں ایسی مخلوق کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے اور خون بہائے؟ (بقرہ : ۳۰)

جن ایک مادی مخلوق اس سے بصراحت معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم سے پہلے بھی زمین میں کوئی مخلوق ضرور آباد تھی جو خون ریزی برپا کرتی تھی (جس کو روایات میں جن کہا گیا ہے) اب دیکھئے اس قرآنی بیان کی روشنی میں کتنے حقائق ثابت ہوتے ہیں :۔

۱۔ دورِ آدم سے پہلے زمین میں کس قسم کی مخلوق کا وجود تھا۔

۲۔ اس مخلوق میں شرپسند افراد بھی موجود تھے جو خونریزی کرتے تھے۔

۳۔ وہ گوشت پوست رکھنے والی یا دوسرے لفظوں میں مادی مخلوق تھی جس کی رگوں میں خون دوڑتا تھا۔ ظاہر ہے کہ بغیر گوشت پوست کے خون کا وجود نہیں ہو سکتا۔

۴۔ وہ مخلوق ہتھیار چلانا جانتی تھی، جو خونریزی کا لازمہ ہے۔

۵۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی انگلیوں کی بناوٹ انسان جیسی رہی ہوگی۔ ورنہ ہتھیار چلانا ممکن نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ انواع (SPECIES) میں سوائے انسان کے اور کوئی بھی نوع ہتھیار نہیں چلا سکتی۔

۶۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود ہتھیار بنانا بھی جانتی تھی۔ کیونکہ ہتھیار چلانے کے لئے

ہتھیار بنانا بھی ضروری ہے۔

۷۔ ہتھیار بنانے کے لئے چونکہ ذہانت کی ضرورت ہے۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کوئی ذہین مخلوق تھی۔

۸۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ شرعی اعتبار سے مکلّف بھی رہی ہو گی۔ جیسا کہ اس موقع پر لفظ "فساد" دلالت کر رہا ہے۔ اس کا مقابل لفظ "صلاح" ہے۔ اور یہ الفاظ (صلاح و فساد) شرعی اعتبار سے مکلّف مخلوق کے حق میں ہی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

۹۔ اس کے مکلف ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ نطق و گویائی سے بھی متصف رہی ہو گی۔ کیونکہ شرعی تکلیف کیلئے وعظ و ارشاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ چیز نطق و گویائی اور فہم و ادراک کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

۱۰۔ ان تمام حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا اپنا کوئی نظام تمدن بھی ضرور رہا ہو گا خواہ اسکا درجہ و مرتبہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

یہ تمام حقائق منطقی اعتبار سے بغیر کسی تاویل کے اس کے محض ایک اشارے سے ثابت ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قرآن حکیم میں غور و خوض کر کے اس کے اشارات و کنایات تک کی قدر و قیمت بغیر کسی تاویل کے متعین کی جا سکتی ہے۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم ایک دوسرے موقع پر مذکورہ بالا "ما قبل آدم مخلوق" کو خود ہی "جن" قرار دیتا ہے، جو بنص قرآنی "آدم سے پہلے پیدا کی گئی تھی:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ: اور یقیناً ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے تھی پیدا کیا اور اس سے پہلے ہم نے جنوں کو گرم ہوا کی آگ سے پیدا کیا تھا (حجر: ۲۶۔۲۷)

اب اگر جدید اثری تحقیقات کے ذریعے ایسی کسی عجیب مخلوق کی موجودگی کا پتہ (جو ما قبل آدم زمین پر آباد تھی) چل رہا ہو تو آخر ایک مسلم و مؤمن کے لئے اس میں انکار کی گنجائش ہی کہاں باقی رہ جاتی ہے؟ بلکہ یہ تحقیقات تو ہمارے ایمان میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ قرآن عظیم کی صداقت اور اس کی عظمت و جلال کے نقوش ظاہر ہو رہے ہیں۔

مولانا عبدالقیوم حقانی
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سانحۂ مکۃ المکرمہ

ایرانی جارحیت کے ناپاک عزائم

اُمّتِ مُسلمہ کے فرائض اور ذمہ داریاں

بلد الامین مکۃ المکرمہ زادھا اللہ شرفا، جو اسلام کا گہوارہ، انسانیت کی پناہ گاہ، عالمی قیادت کا مرکز، روشنی و ہدایت کا مینار، امن کی ضمانت، کائنات کی جان، آدمیت کی عزت و افتخار کا نشان اور سنگِ بنیاد ہے، میں مسجد الحرام کے باہر پہلے سے بنے بنائے منصوبے اور جناب خمینی صاحب کی خصوصی ہدایات کے پیش نظر حج کے مبارک اور مقدس ایام میں پاسپورٹ پر جانے والے ایرانیوں کے سیاسی مظاہروں، ہلڑ بازی ہڑبونگ، تخریب کاری اور دیارِ غیر میں سفرِ مہاجرت کے مصائب اور مشقت اٹھانے والے لاکھوں پُرامن عازمین حج جو تضرع و الحاح، عبادت و انابت الی اللہ، محبت و عشقِ رسول میں مست، لبیک اللّٰھم لبیک کے ترانوں اور ایمانی و روحانی تعلق اور وارفتگی و جان سپاری کے جذبات میں فنا تھے، کیلئے تکلیف و پریشانی اور زحمت و اذیت رسانی کے باوجود بھی جلسہ و جلوس اور اہل السنت والجماعت کے لاکھوں حجاج کے ساتھ گستاخانہ اور معاندانہ طرز عمل اور پھر اس کے نتیجے میں جمعہ کے روز ہونے والی خوں ریزی واقعۃً قومی و ملّی اقدار، اسلامی تاریخ اور اہل اسلام کے تابناک روایات پر ایک بدنما داغ ہے جس کی تمام تر ذمہ داری ایرانیوں کے سر ہے جنہوں نے عبادت و مناسک حج کی پاسداری اور اسلامی اخلاق سے قطع نظر محض انسانی تقاضوں اور بین الاقوامی اصولوں کو بھی ملحوظ نہ رکھا اور اپنے محسن و خادم اور میزبان ملک کے قانون کی نہ صرف خلاف ورزیاں کیں بلکہ اپنے وحشیانہ طرز عمل کے سیاسی مظاہروں سے میزبان ملک کے اندرونی معاملات میں بھی جارحانہ مداخلت کی۔ ایرانی انقلابیوں اور نام نہاد اسلامی اتحاد کے علمبرداروں کا یہ ناشائستہ طرز عمل بالآخر بدامنی، انتشار اور مہلک تصادم پر منتج ہوا جس کی تفصیلات اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔

مگر یہ کوئی انہونی بات نہیں تھی۔ اس پر استعجاب و حیرت کیوں؟ جہاں تک حالات و

واقعات، عوامل و محرکات اور اسباب و علل اور اس کے منطقی نتائج کا تعلق ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا واقعہ کبھی کا پیش آگیا ہوتا۔ ایران کے خمینی انقلاب کے بعد ہر بار حج کے موقعہ پر ایرانیوں کے غیر شریفانہ گھناؤنے اور گھٹیا حرکات کے باوجود سعودی حکومت کی چشم پوشی، وسیع النظرفی اور کمزور حکمت عملی ہر سال ایرانی شیعوں کے مذموم و شنیع اور انتشار پسندانہ کردار پر عالم اسلام کے مجرمانہ سکوت اور تمام اسلامی ممالک کے مقابلے میں ایرانیوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں آنے کی اجازت، پھر عالم اسلام بالخصوص سعودی حکومت کے معاملہ میں جناب خمینی صاحب کا معاندانہ اور اب جارحانہ و غاصبانہ طرز عمل اور ان سب پر مستزاد اصل سپرٹ و محرک اور بنیادی سبب خمینی صاحب اور اس کے شیعہ مذہب کے وہ بنیادی عقائد ہیں جو اسلام اور قرآن و حدیث کی تعلیمات پر گویا تیشہ رکھنے کے مترادف ہیں، مثلاً حضرات شیخین رضؓ سے ان کی عداوت، ہر نماز کے بعد خلفاء ثلاثہ پر لعنت (العیاذ باللہ) امام مہدی کے ظہور اور حضرات شیخین رضؓ کے جسد اطہر کی توہین و تذلیل، مہدیؑ کا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ کو زندہ کرنا اور اس سے انتقام فاطمہ کا نظریہ، امامت کی نبوت پر فوقیت بلکہ خمینی صاحب کی کتابوں الحکومۃ الاسلامیہ اور کشف الاسرار میں تو ائمہ کو درجہ معصومیت سے بھی بڑھا کر ملائکہ و رسل سے افضلیت اور مقام الوہیت تک پہنچا دیا گیا ہے۔ کتمان حق اور تقیہ ان کی سیاست ہے۔ قرآن کے نامکمل اور محرف ہونے کے وہ قائل ہیں، عداوتِ صحابہ رضؓ ان کے مذہب کی بنیاد ہے اور اب سانحہ مکۃ المکرمہ کے بعد ایرانی حکمرانوں کے سفاکانہ بیانات، اور حرمین شریفین پر غصب و قبضہ اور شیعہ اقتدار کا تسلط یا غیر ملکی کمپنی (جو ظاہر ہے کہ یقیناً وہ کمپنی یہودی ہی ہو سکتی ہے) کی تحویل میں حرمین شریفین دینے کی تجاویز، یہ سب اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ امت مسلمہ اگر اب بھی بیدار نہ ہوئی تو خدا نہ کرے کہ کل اس سے بڑا کوئی سانحہ پیش آجائے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہوا ہے اور ہو رہا ہے یہ سب اسرائیلی عزائم کی تکمیل ہے اور اسرائیل ایران گٹھ جوڑ (جو قطعی شواہد سے ثابت اور ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے) کا نتیجہ ہے جس کا اصل ہدف حرمین شریفین پر یہودیت کا تسلط ہے۔ یہ سانحہ، اسلامی امن کمیٹی، اسلامی ممالک کے سربراہوں اور اسلامی و دینی درد رکھنے والے تمام قائدین اور عام افرادِ امت کے لئے رب قہار و غفور کی طرف سے ایک تازیانۂ عبرت و نصیحت، وحدت امت، اتحاد ملت کی ضرورت و انگیخت اور ذریعہ تنبیہ بھی ہے اور ناراضگی و اعراض کا تھپڑ بھی ؎

انقلابات جہاں واعظ رب ہیں دیکھو
ذرے ذرے سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

اگر مکۃ المکرمہ، حرمین شریفین اور حجاز مقدس سے ان کی عظیم تاریخی اور اسلامی ودینی حیثیت جدا کر دی جائے، عقیدت ومحبت اور عبادت وریاضت کے بجائے یہاں بھی دنگا فساد، دھینگا مشتی اور ناپاک سیاسی عزائم کا اکھاڑہ اور انتشار وافتراق امت کے منصوبوں کی تکمیل اور حج جیسی عشق ومحبت کے جذبات سے معمور اور جاں سپاری وجان بازی کی مقدس عبادت کو خونخواری، بہیمت اور ہلڑ بازی اور درندگی کی نذر کر دیا جائے تو پھر یاد رکھیئے کہ مسلمان کی حیثیت بھی تمام قوت کے ذخیرے، دولت کے چشموں، لشکر وسپاہ کی حشمتوں کے باوجود ایک بے جان لاشہ اور ایک نقش بے رنگ سے زیادہ کچھ نہ ہوگی۔

مسلمان جو اسلام کے سفیر، امن وسلامتی کے پیامبر، تہذیب وتمدن کے علمبردار، قوموں کے لئے رحمت کا پیغام اور تمام دنیا کے لئے مقتدا ورہنما ہیں، ان کے پاس مذہب صلح وآشتی، اسلام کی دولت اور انسانیت کا احترام واخوت کا پیغام ہے، لہٰذا اس حیثیت کے پیش نظر اب انہیں پوری انسانی سطح پر سوچنا ہوگا بلکہ یہ ان کا فرض منصبی ہے کہ حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی عظیم قربانیوں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل شبانہ روز دعوت وتبلیغ کے نتیجہ میں شعار دین وروح شریعت، مرکز قوم وملت اور مرکز دین وایمان حجاز مقدس اور بلد الامین اور عالم اسلام کے دھڑکتے ہوئے دل کعبۃ اللہ کے تاریخی اور دینی وروحانی عظمت وتقدس کے تحفظ وخدمت کے پیش نظر یہودی اور اسرائیل وایران گٹھ جوڑ کے مقابلہ میں بنیان مرصوص بن کر بیت اللہ کو یہودیوں کا کنیسہ اور شیعوں کی امام بارگاہ بنا دینے والوں کے عزائم خاک میں ملا دیں۔

ایسے قومی وملی نوعیت کے سنگین جرائم میں بعض اسلامی ممالک کے ذمہ داروں اور سیاسی لیڈروں کے سیاست اور مصلحت ومداہنت آمیز بیانات سے بہرحال امت مسلمہ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے خدا نہ کرے کہ ایسا مجرمانہ رویہ واقعی قہر خداوندی کا ذریعہ بن جائے

ہوئے مر کے ہم جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا!

سانحہ مکۃ المکرمہ کے بعد اب حرمین شریفین اور عالم اسلام کے متعلق ایرانی حکمرانوں کے عزائم اور خمینی صاحب کے جارحانہ منصوبوں اور بیانات سے ہماری اس رائے کی بھی کھلی تصدیق ہو جاتی ہے جو ہم نے روز اول سے ایرانی انقلاب کے بارے میں قائم کی تھی کہ یہ اسلامی انقلاب ہرگز نہیں بلکہ صیہونی انقلاب ہے اور اب خدا کا شکر ہے کہ آہستہ آہستہ ایرانی

انقلاب کے حامی اور فکر اسلامی کے علمبردار اور اسلام کے عروج وغلبہ کے متمنی بعض ایسے حلقے بھی جو خمینی صاحب کو "امام منتظر" کی حیثیت دیتے تھے اور اسے اسلامی انقلاب کا موسس وبانی اور مثالی رہنما وقائد سمجھتے تھے اور جو خمینی صاحب یا ایرانی انقلاب کے بارے میں تنقید واعتراض کا ایک لفظ بھی سننے کے روادار نہ تھے، اب وہ بھی اسے وحدت امت کا دشمن، بہیمتی الطبع، انتشار پسند اور انسانی امن وسلامتی کے لئے اسے ایک ناقابل علاج ناسور قرار دینے سے کم پر اکتفا نہیں کرتے۔

اور اب سب کو یقین ہونے لگا ہے کہ خمینی صاحب اسلام کے نام پر مطلق حکومت کے قیام، طاقت کے حصول واستعمال اور بظاہر کسی بڑی طاقت کو للکارنے اور اس کے لئے مشکلات پیدا کرنے کے پس منظر میں اندرون خانہ ان کی دوستی وایجنٹی اور آلہ کاری اور اسلام دشمنی اور امت میں تشتت وافتراق کا ناقابل معافی اور بدترین مجرمانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

اور اگر یہ صحیح ہے اور اس میں انکار کی کوئی گنجائش بھی نہیں کہ ایران پاسپورٹ پر آنے والوں کو اپنے ہاں کسی قسم کی سیاسی کاروائی، جلسہ وجلوس، نعرہ بازی مظاہروں اور وہاں کے سرکاری مذہب اور ملکی قانون کی خلاف ورزی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا تو پھر اسے بھی اگر اسلامی نہیں (جبکہ ہمارے نزدیک جناب خمینی صاحب اور اس کے پیروکاروں میں روح شریعت اور مذہب اسلام کے حاسے کا قطعی فقدان ہے) کم سے کم انسانی اخلاق کی پاسداری اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حج جیسے مقدس اور متبرک فریضہ کی ادائیگی وعبادت کے موقع پر ایسی ایمان سوز، انسانیت سوز اور حیا سوز حرکتیں ہرگز نہیں کرنی چاہئیں جس سے اس کے اسلامی انقلاب کی حقیقت اور بلند بانگ دعوؤں کی قلعی بھی کھل جاتی ہو۔

بہرحال اسلامی درد رکھنے والے تمام افراد امت، خواہ وہ روئے زمین کے کسی بھی خطہ میں رہتے ہوں، ان کی دعائیں، ہمدردیاں، تعاون اور ایثار وقربانی کے ہر ممکن جذبات حرمین شریفین کی خدمت وتحفظ کے سلسلہ میں خادم الحرمین شریفین سعودی حکومت کے ساتھ ہیں۔

باری تعالیٰ امت کو وحدت وغلبہ عطا فرمادے اور اتحاد امت اور حجاز مقدس کو شرپسندوں کے انتشار وتشتت اور ناپاک عزائم سے محفوظ رکھے۔

اللّٰھم وفقناہ جمیعاً لما تحبہ وترضاہ

ہر محفل کا میزبانِ خصوصی
رُوح افزا
تقریب کی نوعیت پر منحصر نہیں۔ کوئی موقع ہو، کیسی ہی محفل ہو،
ضیافت اور مہمان نوازی کے لیے رُوح افزا پیش پیش۔
فرحت، تازگی اور توانائی کے لیے بے مثال
رنگ، خوشبو، ذائقے، تاثیر اور معیار میں لازوال۔
ہر محفل کا میزبان خصوصی
رُوح پاکستان۔ رُوح افزا
راحت جان۔ رُوح افزا
ہمدرد
ہم خدمت خلق کرتے ہیں
خدمتِ خلق رُوحِ اخلاق ہے
ADARTS
HMD-6/87
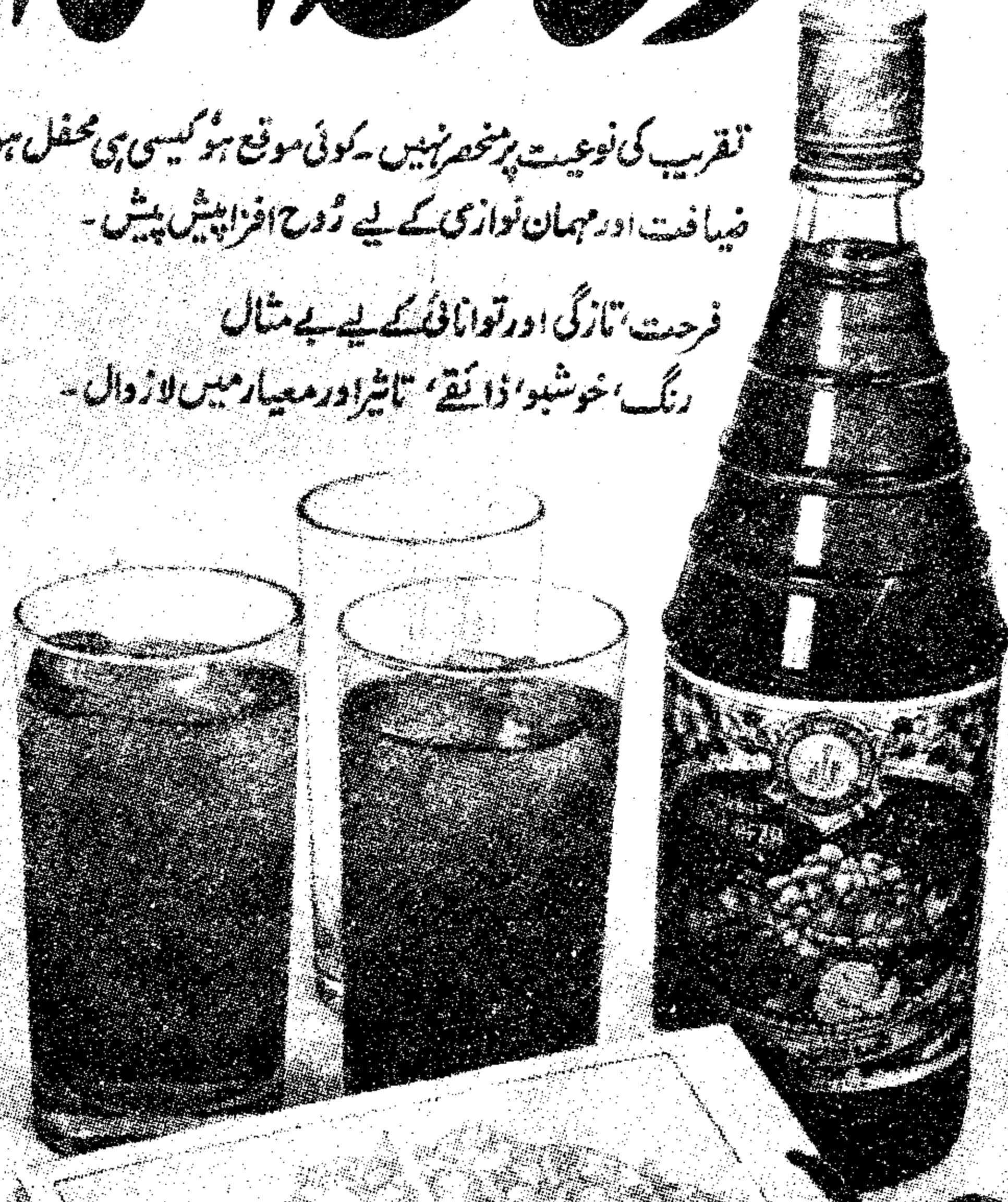
جناب پروفیسر حافظ سید خالد محمود ترمذی

خطبۃ حجۃ الوداع

ایک نام نہاد سکالر کے بیجا شبہات کی حقیقت

گذشتہ سال انہی ایام میں انہی اوراق میں راقم الحروف کا پروفیسر رفیع اللہ شہاب کے پاکستان ٹائمز میں شائع شدہ گمراہ کن مضامین (کیا عورتیں عقل اور مذہب میں کم تر ہیں؟ حضرت حوا کی پیدائش اور پیغمبر کا نظام عدل) کے جواب میں ایک مضمون "عورت کی وراثت اور شہادت کا مسئلہ" شائع ہوا تھا جس میں موصوف کے بار بار دہرائے گئے اس دعویٰ کو غلط ثابت کیا گیا تھا کہ قرآن نے عورت کو مرد سے دگنا حصہ وراثت میں دیا ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ انہی ایام میں موصوف کو پھر دورہ پڑا۔ اس مرتبہ انہوں نے اپنی مشق ستم کے لئے خطبہ حجۃ الوداع کا انتخاب کیا ہے۔ "پیغمبر کا خطبہ حجۃ الوداع" PROPHETS ADDRESS AT FAREWEL PILGRIMAGE

جو پاکستان ٹائمز کے ۱۶ نومبر ۸۶ء یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ کے میلاد النبی ایڈیشن میں شائع ہوا ہے۔ لکھتے ہیں

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کو ایک اسلامی ادب میں ایک کلاسیکی دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ آپ کے دیگر خطبات کی طرح یہ خطبہ بھی مختصر تھا۔ اس کے ایک جملے میں امت مسلمہ کے لئے ایک اہم پیغام مضمر تھا۔ جس پر اگر مسلمان صحیح طور سے عمل کرتے تو یقیناً اچھے مسلمان بن سکتے تھے"

پیرے میں فعل ماضی استعمال ہوا ہے یعنی کبھی تھا اب نہیں ہے۔ اب کیا ہے۔

اگلے پیرے میں ملاحظہ ہو:۔

بعد ازاں خطبے کی مقبولیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس میں بہت سے اضافے (ADDITIORS) کئے گئے۔ جن میں سے کچھ اضافوں میں تو حسن نیت کارفرما تھی۔ لیکن بعض اضافوں کا مقصد چند غیر اسلامی رسوم ورواج کو قانونی تحفظ فراہم کرنا تھا۔ مثلاً سورۂ محمد کی آیت نمبر ۴ کی رو سے غلامی کو اسلام نے قطعاً ممنوع قرار دے دیا تھا۔ لیکن محولہ بالا خطبے میں ایسا اضافہ کیا گیا جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ غلامی اسلام میں جائز ہے۔ اسی طرح ربٰو کی مختلف شکلیں ہیں جن میں غریبوں اور مزدوروں کا استحصال کیا جاتا ہے مثلاً زمین کو بٹائی پر دینا جو اسلام میں ناجائز ہے لیکن خطبے میں اس انداز سے اضافہ کیا گیا کہ جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ربٰو صرف سود تک محدود ہے ان اضافوں نے نہ صرف خطبے

کے حسن کو داغدار کیا ہے بلکہ اس کی صحت و ثقاہت کے بارے میں بھی شکوک و شبہات پیدا کر دئے ہیں"۔

پھر موصوف نے صحیح بخاری سے (جسے موصوف احادیث کا مستند ترین مجموعہ تسلیم کرتے ہیں) اس خطبے کے اصل متن کا انگریزی ترجمہ دیا ہے اس میں حضرت ابن عباس کی وہ روایت نقل کی ہے جس میں آپ نے مسلمانوں کے جان و مال، عزت و آبرو اور جائیداد کو اس طرح محترم قرار دیا جس طرح یہ مہینہ یہ شہر اور یہ دن محترم ہے۔ پھر آپ نے ان صحابہ کو جو موجود تھے یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچانے کی ہدایت کی جو موجود نہیں تھے نیز اس سے منع فرمایا کہ میرے بعد پھر کفر کی طرف لوٹ جاؤ اور ایک دوسرے کو ناحق قتل کرنے لگو۔

موصوف کے نزدیک یہی کچھ اصل خطبہ ہے جو ایک جملے پر مشتمل ہے۔

پھر موصوف لکھتے ہیں۔

اور علامہ شبلی نعمانی نے جب اپنی مشہور کتاب سیرت النبی تصنیف کی تو اس بات کی بہت کوشش کی کہ اس خطبے کا اصل متن دستیاب ہو جائے لیکن ناکام ہوئے۔ بہر حال آپ نے اس موضوع پر تمام احادیث کے وسیع مطالعے کے بعد ایک خطبہ ترتیب دیا جو درج ذیل ہے۔

اس کے بعد موصوف نے خطبہ نقل کیا ہے آغاز "ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں" سے کیا ہے اور اللھم اشھد۔ اے خدا تو گواہ رہنا پر ختم کیا ہے۔ صہ ۱۵۸ تا ۱۵۹ جلد دوم سیرت النبی کا حوالہ دیا ہے حالاں کہ خطبہ صہ ۱۶۴ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

حیرت اس بات پر ہے کہ موصوف کو تو بغیر تلاش کے خطبے کا اصل متن مل گیا لیکن علامہ شبلی تلاش بسیار کے باوجود ناکام رہے۔ بہر حال اس موضوع پر تمام احادیث کے گہرے وسیع مطالعے کے بعد ایک خطبہ انہوں نے مرتب کر لیا بقول موصوف کے۔ لیکن حسب عادت علمی خیانت سے کام لیتے ہوئے ادھورا خطبہ نقل کرنے کے بعد موصوف لکھتے ہیں:-

"علامہ شبلی اگرچہ عظیم سکالر ہیں لیکن بخاری کے روایت کردہ خطبے میں اضافے کرتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ اس طرح وہ غلامی کو جسے قرآن نے ناجائز قرار دیا ہے سند جواز عطا کر رہے ہیں"۔

تضاد بیانی ملاحظہ ہو کہ خطبے کے شروع میں موصوف نے لکھا کہ اس موضوع پر تمام احادیث کے وسیع مطالعے کے بعد علامہ شبلی نے ایک خطبہ ترتیب دیا جسے خود علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی تسلیم کیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:-

"اصل یہ ہے کہ یہ ایک طویل خطبہ تھا ہر ایک شخص کو جو فقرہ یاد رہ گیا اس کی اس نے روایت کر دی۔ اس پر مختلف ماخذوں سے ان ٹکڑوں کو جمع کر لیا گیا ہے۔ اور اس کے جا بجا حوالے دئے گئے ہیں" فٹ نوٹ سیرت النبی صہ ۱۵۳۔ لیکن خطبے کے آخر میں موصوف علامہ شبلی پر بہتان لگا رہے ہیں کہ یہ اضافے علامہ شبلی نے اپنی طرف سے

کیے تاکہ غلامی کو جائز قرار دے سکیں۔ حالاں کہ برصغیر کے دو لوگ ہیں جن کے لئے علامہ نے سیرت النبی تحریر فرمائی غلامی کا رواج ہی نہیں تھا پھر آخر ان کو اس اضافے کی ضرورت پیش آگئی۔ اور اس میں علامہ کا کیا فائدہ مضمر تھا؟ یا علامہ کس کو فائدہ پہنچانا چاہتے تھے؟ حالاں کہ آپ کی رحلت سے کچھ دیر پہلے ہی یعنی آپ کے آخری جملے بل الرفیق الاعلیٰ سے پہلے جو جملے لوگوں آپ کی مبارک زبان سے سنے وہ تھے الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ نماز اور غلام (ادب المفرد امام بخاری صہ ۲۴۷ طبع مصر)

اس کے بعد لکھتے ہیں:-

"سیرت ابن اسحاق سب کے نزدیک تاریخ اسلامی کی ایک مسلمہ کتاب ہے لیکن اس کتاب میں جو خطبہ دیا گیا ہے وہ صحیح بخاری اور علامہ شبلی کے خطبوں سے قطعی مختلف ہے۔" پھر موصوف نے اے گلام کی کتاب (The Life of Mohammad) جو سیرت ابن اسحاق کی کتاب "سیرت رسول" کا ترجمہ ہے اور آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی چھپی ہے) سے خطبہ نقل کیا ہے صہ ۶۵۱، ۶۵۲ کا حوالہ دیا ہے۔ یعنی موصوف نے ابن اسحاق کی سیرت رسول کا مطالعہ نہیں کیا۔ خطبہ نقل کرنے کے بعد موصوف نے پھر اسی جملے کی تکرار کی ہے جو خطبے کے شروع میں دیا تھا کہ اس خطبے کا متن امام بخاری اور علامہ شبلی کے متنوں سے مختلف ہے اور اس تکرار کے بعد لکھتے ہیں:-

"بہرحال تعجب خیز امر یہ ہے کہ خطبے کا جو متن ہمارے ملک کے علماء میں مقبول ہے۔ وہ مندرجہ بالا خطبوں سے بھی بالکل مختلف ہے اس میں بہت سے اضافے (The Life of Mohammad) کیے گئے ہیں جن کی کوئی سند نہیں ہے راقم الحروف نے بڑی کوشش کی کہ کسی مستند اسلامی لٹریچر میں یہ خطبہ مل جائے لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔"

پھر وہ خطبہ نقل کیا ہے جو موصوف کو کسی مستند اسلامی کتاب میں دستیاب نہیں ہوا۔
شروع اس طرح کیا ہے:-

"حج کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات پہنچے۔ اور وہاں قیام فرمایا۔ جب دن ڈھل گیا تو اپنی سواری طلب فرمائی۔ سواری کو تیار کرکے لایا گیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے وادی کے وسط تک تشریف لے گئے۔ پھر سواری سے اتر پڑے اور اپنا مشہور خطبہ دیا۔ جو آپ کی زندگی کا آخری خطبہ ثابت ہوا۔ حمد و ثنا کے بعد آپ نے خطبہ ان الفاظ سے شروع فرمایا۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس جیسا یا اس کا ہمسر کوئی نہیں نہ کوئی اس کا شریک ہے اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندے اور پیغمبر کی مدد کی اور اکیلے تمام طاغوتی قوتوں کو شکست دی۔"

یہ خطبہ اے حقدم کے ترجمہ شدہ خطبے سے طویل تر ہے یا یوں کہئے کہ پورا خطبہ ہے۔ سوائے ایک جملے کے جو یہ ہے۔ "اگر کوئی حبشی بینی بریدہ غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرو"۔ (سیرت النبی صہ ۱۶۴)

مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ متن ہمدرد فاؤنڈیشن نے شائع کیا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کہاں سے نقل کیا گیا ہے کیونکہ کسی سند کا حوالہ نہیں دیا گیا مسلم اکابرین نے حدیث مبارک کی اسناد کی صحت و درستی کو پرکھنے کے لئے جو اصول متعین کئے ہیں ان کے مطابق امام بخاری نے جو خطبہ دیا ہے وہ مستند ترین ہے دراصل اس خطبے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ (روح) ایک جملے میں بیان فرما دیا ہے اس میں آپ نے جو پیغام دیا ہے اس کو سمجھنا اور عمل کرنا آسان ہے خطبے میں مابعد کے اضافوں سے (Additions) سے اگرچہ اس کے حجم میں کئی گنا اضافہ ضرور ہو گیا ہے لیکن وہ ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے مفید ثابت نہیں ہوا۔ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کے لئے مقرر فرمائے تھے"

ہمدرد فاؤنڈیشن کے محولا بالا خطبے کا موصوف نے پورا حوالہ نہیں دیا کہ اس کتاب کا کیا نام ہے۔ کس پریس میں چھپی ہے صفحہ نمبر بھی نہیں دیا لیکن اس کے مندرجات کا جو انگریزی ترجمہ موصوف نے دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ موصوف کو کسی مستند اسلامی کتاب میں نہیں ملے۔ اس لئے کہ موصوف تو حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت کو ہی پورا خطبہ سمجھے بیٹھے ہیں۔ جیسا کہ موصوف نے اپنے مضمون میں بار بار اس کا اعادہ کیا ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ ہمدرد فاؤنڈیشن کا چھپا ہوا خطبہ ہمارے ملک کے تمام علماء میں مقبول ہے تو موصوف نے ان علماء کے نام لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جنہوں نے اس کا حوالہ اپنی تقریروں یا تصنیفات میں دیا ہو۔ یہ خطبہ کسی عالم نے جمع و تدوین کیا ہے اس کا بھی ذکر نہیں ہے۔ باقی رہا اس کے مندرجات کا حوالہ یہ کہاں سے لیا گیا ہے۔ تو وہ تمام کا تمام شبلی نعمانی کی سیرت النبیؐ میں موجود ہے۔ اور جیسا کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے صفحہ ۱۵۳ کے فٹ نوٹ میں لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

"اور اس کے بعد کے تمام عربی جملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کے ٹکڑے ہیں۔ (یہ یکجا کسی حدیث میں نہیں ہیں اس لئے ان کو مختلف ماخذوں سے جمع کرنا پڑا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم باب حجۃ النبیؐ و باب الدیات اور ابوداؤد و باب الاشہر الحرام و حجۃ النبیؐ) وغیرہ میں یہ خطبہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، حضرت جابرؓ، حضرت ابوبکرہؓ وغیرہ صحابہ کی روایتوں سے مذکور ہے۔ ان روایتوں میں بعض باتیں مشترک ہیں۔ مثلاً ان دماءکم واموالکم حرام

علیکم کحرمۃ الخ اور بعض باتیں الگ ہیں۔ مغازی اور سیر کی کتابوں میں کچھ اور باتیں بھی مذکور ہیں۔
اصل یہ ہے کہ یہ ایک طویل خطبہ تھا۔ ہر ایک شخص کو جو فقرہ یاد رہ گیا اس کی اس نے روایت کر دی اس بنا پر مختلف ماخذوں سے ان ٹکڑوں کو جمع کر لیا گیا ہے اور اس کے جابجا حوالے دئے گئے ہیں۔ خطبے کے بعض ضمنی الفاظ مصنف نے چھوڑ دئے ہیں۔ روایتوں میں ایک اور اختلاف ہے حضرت جابرؓ اپنی روایت میں اور ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ خطبہ کا دن یوم عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابن عباسؓ۔ دوسری روایتوں میں یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ بتاتے ہیں۔ بعض روائتیں ایام التشریق کے خطبہ کی ہیں۔ ابن اسحاق نے اسے مسلسل خطبہ کے طور پر نقل کیا ہے۔ ابن ماجہ۔ ترمذی اور مسند احمد میں خطبہ حجۃ الوداع کے چند فقرے منقول ہیں جن میں یہ تصریح نہیں کہ کس تاریخ کے خطبے میں آپ نے یہ فرمایا۔ بہرحال صحاح ستہ اور مسانید کی تمام روایات کو یکجا کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس حج میں تین دفعہ خطبہ دیا۔ ۹ ذی الحجہ یوم عرفہ ۱۰ ذی الحجہ یوم النحر کو۔ اور تیسرا خطبہ ایام التشریق میں ۱۱ یا ۱۲ ذی الحجہ کو۔ ان خطبوں میں بعض باتیں مشترک ہیں اور بعض مختص المقام ہیں یہ بہت ممکن ہے جیسا کہ بعض محدثین نے تصریح کی ہے کہ چونکہ مجمع بہت بڑا تھا اور آپ جو پیغام اپنی امت کو پہنچانا چاہتے تھے وہ نہایت اہم تھا اس لئے آپ نے اپنی تقریر کے بعض بعض فقرے مکرر اعادہ فرمائے ہیں۔"

اور یہ حقیقت ہے کہ سیرت النبیؐ میں جو جملہ جس کتاب سے لیا گیا ہے اس کا حوالہ دیا گیا ہے تو حیرت ہے کہ موصوف کو یہ خطبہ جو علماء میں مقبول ہے کسی اسلامی کتاب میں کیوں نہیں ملا۔ (وہاں یکجا نہیں مل سکتا جیسا کہ علامہ سید سلیمان ندوی نے تصریح فرمادی ہے) بہرحال ہمدرد فاؤنڈیشن والے خطبہ کا پہلا پیرا ص ۱۵۲ پہ دیا گیا ہے۔ اور یہ ابوداؤد و صحیح مسلم سے لئے گئے ہیں۔

لہٰذا موصوف کے اس دعوٰی یا الزام کی زد کہ یہ اضافے بعد میں کئے گئے ہیں براہ راست مندرجہ بالا ثقہ محدثین پر پڑتی ہے۔ کیونکہ علامہ شبلی نعمانی نے تو یہ ٹکڑے صحیح مسلم و بخاری۔ مسند ابو داؤد۔ مسند امام احمد۔ سنن ابن ماجہ۔ سنن نسائی و ترمذی، طبقات ابن سعد۔ ابن اسحاق۔ تاریخ طبری۔ منتقی الاخبار مع نیل الاوطار لابن تیمیہ سے نقل کئے ہیں پھر یہ اضافے انہی محدثین و مورخین نے کئے ہیں۔ حالاں کہ صحیح مسلم (حج) میں روایت ہے کہ قال قولاً کثیرا۔ آپ نے بہت سی باتیں فرمائیں صحیح بخاری (حجۃ الوداع) میں ہے کہ آپ نے اس میں دجال کا بھی ذکر کیا تھا لیکن یہ متعین نہیں کہ کس دن کے خطبہ میں یہ فرمایا (سیرت النبیؐ فٹ نوٹ ص ۱۶۴، ۱۶۵)
لہٰذا موصوف کا اصرار کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کچھ فرمایا جو حضرت ابن عباسؓ کی ایک

روایت میں مذکور ہے۔ صحیح نہیں ہے اور اس ایک روایت کو پورا خطبہ قرار دینا اور باقی روایات کو اضافے
قرار دینا بھی غلط ہے۔ نیز حضرت عباسؓ کی ایک روایت کو بنیاد بنا کر تمام محدثین، مورخین اور سیرت نگاروں
کو اضافے کے جرم میں ملوث ملزموں کے کٹہرے میں لا کھڑا کرنے کی سعی لا حاصل ہے ایسا ظاہر ہوتا ہے
کہ موصوف کی کوشش یہ ہے کہ ناپختہ اذہان میں اسلامی روایات اور اسلامی تاریخ و تہذیب کی صحت و
ثقاہت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں۔ اور ان کو ان کی نظر میں بے وقعت کیا جائے اور اسلامی تہذیب
و تمدن اور تاریخ کو محفوظ کر کے آئندہ نسلوں تک پہنچانے والوں کو اضافے کا مجرم بنا کر پیش کیا جائے۔ یہ
طرز عمل قطعی طور پر قابل تحسین نہیں ہے۔ بلکہ قابل نفرین ہے۔ اس کی جس قدر جلد اصلاح ہو جائے بہتر ہے۔

باقی از صـ

بور سعید میں گھومنے پھرنے کے علاوہ ہمیں "بور فواد" بھی لے گئے۔ جو بحر ابیض میں واقع ہے
اور ایشیا میں شمار ہوتا ہے۔ بور فواد۔ بور سعید کے تفصیلی چکر کے علاوہ ہمارے ان دوستوں
سے مصری ثقافت و تہذیب، عادات و اخلاق، شادی و بیاہ اور غموں کے رسم و رواج
پر تفصیل سے بات ہوئی۔ رات گذار کر دوسرے دن صبح ہم ان سے رخصت ہوئے۔ ہمیں رخصت
کرتے وقت چھوٹے بڑے رو رہے تھے اور بڑی بڑی دعائیں دیتے رہے۔ بور سعید سے واپسی
پر "اسماعیلیہ" میں دوبارہ اتر کر کچھ وقت گذارا۔ اور مغرب کو دوبارہ قاہرہ واپس ہو کر یوں
سفر سینا اختتام کو پہنچ گیا۔ ——— (جاری ہے)

ماسٹر محمد عمر خان گڑھی

عدل فاروقؓ کے چند مناظر

کتاب الشافعیہ مصنفہ شیخ عبد الوہاب سبکی میں ہے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں ایک بار زمین میں زلزلہ آیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی تو زمین ہل رہی تھی۔ پھر اس پر دُرہ مارا اور فرمایا: قرار پکڑ! کیا تجھ پر عمر عدل نہیں کرتا؟ تو ٹھہر گئی۔ پھر زمین مدینہ پہ زلزلہ نہ آیا۔ (ازالۃ الخفا جلد نمبر ۴)۔

اسی کتاب میں ہے: پہاڑ کے غار سے ایک آگ نکلی جس شے پہ پڑتی تھی اس کو پھونک کر خاکستر کر دیتی تھی۔ آپ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تمیم داریؓ کو بھیجا کہ یہ میری چادر لے جا۔ انھوں نے چادر سے آگ کو ہٹانا شروع کیا یہاں تک کہ اس کو غار میں داخل کر دیا پھر وہ آج تک نہیں نکلی۔ (ازالۃ الخفاء جلد نمبر ۶)

خوات بن جبیرؓ فرماتے ہیں:۔ ایک سال امساک باراں کی وجہ سے قحط پڑا۔ لوگ حضرت عمرؓ کو میدان میں لے آئے۔ دو رکعت نماز پڑھ کر خدا سے دعا کی:۔ "یا اللہ! ہم تجھ سے بخشش و مغفرت طلب کرتے ہیں اور تیرے بندے عمرؓ کے طفیل بارش مانگتے ہیں ابھی لوگ دعا کر کے اپنی جگہ سے نہ ہٹے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ (ازالۃ الخفاء)۔

ایک دن آپ کی خدمت میں عراق سے ایک وفد آیا جس میں احنف بن قیس بھی تھے۔ سخت گرمی کا دن تھا۔ آپ اپنی عبا کا عمامہ باندھے بیت المال کے اونٹ کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ جو بیت المال سے کھل کر بھاگ گیا تھا۔ آپ نے احنف کو دیکھ کر فرمایا:۔ احنف اپنا سامان رکھ دو اور بیت المال کے اونٹ پکڑنے میں میری مدد کرو۔ اس اونٹ میں بہت سے یتیموں اور بیوہ اُن کا حق ہے۔ ایک شخص نے بہ تمسخر کہا: امیر المؤمنین! کسی غلام کو حکم دے دیا ہوتا وہ آپ کے لئے کافی ہوتا۔ فرمایا "مجھ سے اور احنف سے بڑھ کر اور کون غلام ہو سکتا ہے جو شخص مسلمانوں کا والی بنے اس پہ واجب ہے غلام کی طرح مخلص اور امین رہے"۔

قیصر روم کا ایک قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ کی اہلیہ نے ایک دینار کا عطر

لے کر اُس کے ہاتھوں قیصر روم کی اہلیہ کے پاس عطر کی چند شیشیاں تحفے کے طور پر بھیجدیں۔ اس نے ان شیشیوں کو خالی کر کے جواہرات سے بھر کر جوابی تحفہ حضرت عمرؓ کی اہلیہ کے پاس بھیجدیا۔ آپ کو پتہ چلا جواہر بیچ کر ایک دینار اپنی اہلیہ کے حوالے فرمایا اور باقی بیت المال میں جمع کر دیا۔

عرب میں دور فاروقی کے وقت قحط پڑا جس سے آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی لوگوں کی تنگی اور تکلیف دیکھ کر آپ اکثر بھوکے رہتے اور تیل کھاتے رہے جس سے آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا۔ ابن سعدؓ فرماتے ہیں ہم اکثر کہا کرتے تھے۔ اگر خدا نے قحط جلد دور نہ کیا تو عمرؓ مسلمانوں کی تکلیف کے دکھ میں جلد مر جائیں گے۔

مبارک بن فضالہ کہتے ہیں حضرت عمر اور ایک شخص کے درمیان کسی معاملہ پر گفتگو ہو رہی تھی اُس شخص نے حضرت عمرؓ کو مخاطب ہو کر کہا :۔ امیر المومنین ! خدا سے ڈرو۔ ایک شخص نے یہ الفاظ سُنے تو کہا : یہ امیر المومنین ہیں۔ حضرت عمر نے یہ الفاظ سن کر فرمایا جانے دو جو کچھ کہ رہا ہے مجھے کلمہ خیر کہ رہا ہے۔

یزید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ایک سال عرب میں قحط اور گرانی سے گھی کا نرخ بڑھ گیا تو ان ایام میں حضرت عمر تیل کھاتے تھے جس سے آپ کا پیٹ تیل ہضم نہ ہونے کی وجہ سے پھول جاتا تھا۔ ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت آپ کے پیٹ میں درد تھا تو آپ پیٹ کو مخاطب ہو کر کہ رہے تھے جس وقت عام لوگ گھی دودھ نہ استعمال کریں گے میں تجھے اس وقت تک تیل کھلاتا رہوں گا۔

مجاہد سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اگر دریائے فرات کے کنارے بکری مر جائے تو میں ڈرتا ہوں دن قیامت اللہ تعالیٰ اس کا مطالبہ عمر سے نہ کرے۔

سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بحرین سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مشک آیا آپ نے فرمایا کاش کوئی ایسی عورت ہوتی جو اس مشک کا صحیح وزن کر دیتی تاکہ میں اسکو مسلمانوں میں حصہ رسدی تقسیم کر دیتا۔ آپکی بیوی عاتکہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "میرے پاس لے آئیں وزن کرنا جانتی ہوں۔ آپ نے فرمایا تم وزن نہ کرو، عاتکہؓ نے پوچھا یہ کیوں ؟ فرمایا مجھ کو اندیشہ ہے کہ تم مشک کو تولتے وقت ہاتھ کو مل لوگی۔ اس طرح نادانستہ مسلمانوں کے مال میں خیانت کی مرتکب ہو گی۔

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ایک رات آپ گشت کر رہے تھے ایک اعرابی پر گذر ہوا جو اپنے

خیمہ کے باہر بیٹھا تھا۔ خیمہ کے اندر سے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ آپ ٹھہر گئے۔ آپ نے اعرابی سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو اُس نے کہا یہ بات آپ کے متوجہ ہونے کے قابل نہیں۔ یہ میری بیوی ہے اُس کو بچے کی پیدائش کا درد ہو رہا ہے۔ آپ اپنی زوجہ ام کلثوم کے پاس گئے۔ فرمایا ایک بہت بڑی نیکی کا کام ہے اگر تم اس میں شریک ہونا چاہتی ہو تو ضروری سامان لو۔ ایک راہ گیر مسافر کی بیوی کو بچے کی پیدائش کی تکلیف ہے۔ چنانچہ وہ بخوشی تیار ہو گئیں۔ آپ اُس آدمی کے پاس تشریف لائے پوچھا کیا تم اس عورت کو اجازت دیتے ہو۔ یہ آپ کی بیوی کے پاس جا کر اطمینان دلائے۔ آپ اعرابی کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ ذرا دیر بعد خیمہ سے آواز آئی" یا امیر المومنین! اپنے ساتھی کو لڑکے کی بشارت دید یجئے"۔

اعرابی نے امیر المومنین کا نام سنا تو گھبرا گیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ آپ نے فرمایا میرے بھائی اپنی جگہ پہ بیٹھے رہو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کل ہمارے پاس آنا۔ وہ صبح کو آ کر ملا تو آپ نے بچے کا وظیفہ مقرر کر دیا اور کافی مال اسباب دے کر رخصت فرمایا۔

زید بن اسلم روایت کرتے ہیں ایک دفعہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات گشت کر رہے تھے دیکھتے ہیں ایک عورت اپنے گھر (خیمہ) میں ہے۔ اس کے اردگرد بچے رو رہے ہیں۔ ایک ہنڈیا آگ پہ رکھی ہے اس پر پانی بھر رکھا ہے۔ آپ نے خیمہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا:

اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ تو اس نے کہا ان کا رونا بھوک کی وجہ سے ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ ہنڈیا کیسی ہے جو آگ پہ رکھی ہے؟ اُس نے کہا یہ پانی ہے جس سے ان بچوں کو بہلا رہی ہوں تاکہ یہ سو جائیں۔ میں ان کو اس وہم میں ڈال رہی ہوں تاکہ یہ سمجھیں اس میں کچھ پک رہا ہے تو حضرت عمرؓ بے اختیار رو پڑے۔ آپ بیت المال میں آئے ایک بڑا تھیلا آٹے کا اور ایک ڈبہ گھی کا اور کچھ کھجوریں کپڑے اور درہم رکھے یہاں تک کہ اس تھیلے کو بھر دیا پھر فرمایا:۔

"اسلم! اس تھیلے کو میرے اوپر کاندھوں پہ رکھ دے"۔ میں نے عرض کیا اس تھیلے کو میں اٹھاتا ہوں تو فرمایا تیری ماں مرے دن قیامت میری طرف سے تو جواب دے گا۔ پھر سامان اٹھا کر اس عورت کے پاس تشریف لے آئے۔ ہنڈیا کو لے کر اس میں آٹا اور گھی ڈالا پھر چولہے پر چڑھا کر اپنے ہاتھ سے حرکت دیتے رہے۔ آگ کو جلانے کے لئے پھونکیں مارتے رہے۔ آپ کی داڑھی بڑی تھی جس سے دھواں نکلنے لگتا۔ یہاں تک کہ پک کر تیار ہو گیا۔ بچوں کو اپنے ہاتھوں سے

کھلاتے رہے حتیٰ کہ بچے سو گئے تو عورت نے کہا خدا تجھے جزا دے امر خلافت میں امیرالمومنین سے زیادہ مستحق تو تھا۔ آپ نے عورت سے فرمایا کل تم امیرالمومنین کے پاس آنا میں تم کو وہیں ملوں گا اور تمہارے لئے وظیفہ جاری کرا دوں گا۔

عمال اور گورنروں پر حضرت عمرؓ کے عدل و انصاف کا اتنا اثر تھا۔ وہ آپ سے خوفزدہ رہتے تھے رعایا، حکام کی شکایت کرتے ہوئے کسی قسم کا کوئی خوف محسوس نہ کرتی۔ جب کسی گورنر کی شکایت دربار فاروقی میں پہنچتی تو فوراً اس والی کو طلب فرماتے اور واقعہ کی تحقیقات فرماتے اگر وہ مجرم ثابت ہوتا تو اسے سخت سزا دیتے۔ آپ نے رعایا کی خدمت اور ان کی راحت رسانی کے لئے اپنے گورنروں کو سخت ہدایات دی ہوئی تھیں کہ اپنے مکان کا دروازہ بند نہ کریں تاکہ جس وقت تمہارے پاس دکھیا انسان اپنی حاجت لے کر آئے تو تمہارے سامنے بغیر روک ٹوک آسکے۔ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں۔ باریک کپڑا نہ پہنیں۔ چھنا ہوا آٹا استعمال نہ کریں۔ جب کسی حاکم کو صوبہ کا والی مقرر کرتے تو اس کی مملوکہ اشیاء اور مال و اسباب کی فہرست تیار کرا کر دفتر خلافت میں محفوظ رکھتے۔ اگر حاکم کی حالت میں کوئی نمایاں ترقی ہوتی تو اس کا مواخذہ کیا جاتا۔ آپ ایام حج میں لوگوں کو جمع کر کے عام اعلان فرماتے کہ جسے کسی عامل سے کوئی شکایت ہو تو وہ بیان کرے۔ ایام حج میں ایک دفعہ تمام عمال حاضر تھے۔ آپ نے اعلان فرمایا: "میرے عمال سے آپ کو کوئی شکایت ہو تو بیان کرو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔

"یا امیرالمومنین! آپ کے عامل عمرو بن عاص نے مجھے بے قصور سو درے مارے ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "اٹھو اور تم بھی برسر عام اپنے حاکم سے بدلہ لو"۔ حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر نے عرض کیا امیرالمومنین یہ بات حکام کو ذلیل کرے گی۔ آپ نے فرمایا میرے نزدیک ہر انسان کی عزت برابر ہے میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے بدلہ دلواتے دیکھا ہے۔" حضرت عمرو بن عاص اٹھے اس شخص کو ایک درے کے بدلے ایک اشرفی دے کر راضی کر دیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بحرین کے گورنر تھے۔ ایک شخص جس کی دھاک دشمنانِ اسلام پر بیٹھی ہوئی تھی ایک موقع پر مال غنیمت آیا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کو تھوڑا سا مال دیا باقی رکھ لیا اس شخص نے کہا میں سارا مال لوں گا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اسے بیس کوڑے مارے اور اس کا سر منڈا دیا۔ اس شخص نے اپنے بالوں کو جمع کیا اور سیدھا دربار فاروقی حاضر ہوا عرض کیا:۔

"یا امیرالمومنین! ابوموسیٰ نے میرے بیس کوڑے مارے اور میرا سر منڈا دیا۔ وہ یہ خیال کرتا ہے

مجھ سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا"۔
حضرت عمرؓ نے یہ سنکر حضرت ابو موسیٰ اشعری کو حکم نامہ جاری فرمایا کہ "جس حال میں ہو میرے پاس مدینہ منورہ حاضر خدمت ہو۔ چنانچہ ابو موسیٰ دربار خلافت حاضر ہوئے۔ آپ نے اس شخص کو بلایا آپ نے فرمایا اس شخص نے مجھ کو اطلاع دی ہے۔ اگر تم نے زیادتی تنہائی میں کی ہے تو اس کا بدلہ تنہائی میں دینا پڑے گا۔ اگر مجمع میں زیادتی کی ہے تو مجمع میں انتقام دینا ہوگا۔ ابو موسیٰ ایک جگہ بیٹھ گئے تاکہ وہ شخص انتقام لے۔ وہ شخص ابو موسیٰ کے سامنے کھڑا رہا۔ اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا: اے اللہ! میں ابو موسیٰ کو معاف کرتا ہوں تو بھی اسے معاف کر ________ آج نام نہاد مساوات کے نام سے سیاستدان ڈھنڈورا پیٹتے ہیں یہ مساوات مدینہ کی ریاست میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عملی نمونہ پیش کیا۔ اس کی ہوا بھی انہیں نہیں لگی۔ فاروقی مساوات کا یہ حال تھا سیدنا فاروق اعظم کے دور حکومت میں قحط پڑ گیا۔ آپ نے قحط کے زمانہ میں گیہوں اور گھی گوشت کا استعمال بند کر دیا اور قسم کھائی کہ جب تک غریب لوگ آسودہ حال نہ ہو جائیں گے، میں گوشت گھی نہ کھاؤں گا۔ آپ نے نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے اہل وعیال کے لئے ممنوع قرار دیا کہ غرباء کے بچے بھوکے مریں اور امیر المومنین کے بچے عیش کے ساتھ کھانا کھائیں۔

آپ کے صاحبزادہ عبید اللہ ابن عمر کا ایک بھیڑ کا بچہ تھا اس کو انہوں نے ذبح کیا کیونکہ اس وقت انھیں کئی مدت سے گوشت کی خواہش نے تنگ کر رکھا تھا۔ آپ گھر آئے پوچھا یہ گوشت کی بو کہاں سے آرہی ہے۔

آپ نے اپنے غلام اسلم سے فرمایا دیکھو کیا پک رہا ہے وہ اُٹھے دیکھا تنور میں بھیڑ کے بچے کا گوشت پک رہا تھا۔ عبید اللہ نے غلام کو کہا تو میرا پردہ رکھ خدا تیرا پردہ ... انہوں نے کہا حضرت عمرؓ نے تو مجھے اعتماد کے ساتھ بھیجا ہے میں جھوٹ نہیں بول ... نے آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واقعہ سنایا آپ نے عبید اللہ کو فرمایا ... سکتا ہے کہ عمر کی حکومت میں غریبوں کے بچے بھوکے مریں امیر ... چنانچہ منگوا کر غرباء میں تقسیم کر دیا۔

طبقات ابن سعد جلد ۳ میں ہے آپ ...
پر تشریف لے گئے اس وقت قیصر ...

اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED
TELEGRAMS PAKTOBAC AKORA KHATTAK
TELEPHONES NOWSHERA 490 & 5
PAKISTAN TOBACCO COMPANY LIMITED
AKORA KHATTAK FACTORY P. O. NOWSHERA
(N. W. F. P.—PAKISTAN)

قسط ۲

مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدرس دارالعلوم حقانیہ

حقانیہ سے ازہر تک !

سکندریہ کی طرح سینا کو بھی ہم سب رفقاء کا اجتماعی حیثیت سے جانے کا ارادہ تھا۔ امیر وفد مولانا علی اصغر صاحب نے اس وقت کے سفیر راجہ ظفر الحق صاحب سے اس سلسلہ میں بات بھی کر لی کہ مدینۃ البعوث الاسلامیہ کی طرف سے گاڑی میسر نہ ہونے کی وجہ سے اگر سفارتخانہ انتظام کر دے تو ہمیں سہولت رہیگی۔ پٹرول کا خرچہ ہم خود برداشت کرینگے۔ لیکن سفیر موصوف کی سفارت کے یہ آخری ایام تھے۔ ملک میں وزیر اعظم کے سیاسی مشیر مقرر ہونے کی وجہ سے مصر چھوڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اس لئے وہ اس مسئلہ پر کوئی خاص توجہ نہ دے سکے جبکہ وہاں کے پاکستانی اسکول میں تعطیلات کی وجہ سے سکول کی گاڑی بھی سفارت خانے میں فارغ کھڑی تھی۔ اور شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بڑے لوگوں کی توجہ معمولی اور چھوٹی چیزوں پر تصرف کی عادی ہی نہیں ہوتی۔ بہرحال انفرادی طور پر جانے کا فیصلہ ہوا چند ساتھی تو کورس کے اختتام پر وطن آنے سے قبل سینا سے ہو کر واپس ہوئے۔ میں اور مولانا عبدالرؤف حقانی حج کے لئے ویزا لینے کی وجہ سے ساتھیوں کے ساتھ نہ جا سکے۔ جب ویزے کی بات یقینی ہو گئی تو ۱۴ جولائی ۱۹۸۶ء بروز جمعہ ہم نے سینا جانے کا پروگرام بنایا۔

سینا سینا ملک مصر کا وہ اہم قطعہ ہے جس پر قدیم مدت سے مصری فخر کرتے آئے ہیں اور یہ مصری تاریخ کا ایک جزو لاینفک ہے۔ مذہبی، اقتصادی اور فوجی اہمیت کی وجہ سے ہر دور میں سینا کا مصری حکومت کے قیام و زوال پر ایک خاص اثر رہا ہے۔

مذہبی حیثیت سینا کرہ ارض پر وہ مبارک قطعہ ہے جس کا کلام الٰہی میں بار بار تذکرہ ہوا ہے۔ خود "سینا" کے اسی تذکرہ کے علاوہ اس کے بعض اہم متعلقات کو بھی قرآن مجید میں ذکر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ سورہ مومنون میں ارشاد ربانی ہے :-

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ" اور وہ درخت جو نکلتا ہے سینا پہاڑ سے"۔ اس درخت سے مراد زیتون کا درخت ہے۔ اور اس درخت کے لئے کوہ طور کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ درخت

سب سے پہلے کوہ طور پر پیدا ہوا ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا درخت جو زمین سے اگا ہے وہ زیتون کا تھا۔ دوسری بار اس کا تذکرہ سورۃ التین میں یوں ہوا۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ : "قسم ہے انجیر کی۔ اور زیتون کی اور طور سینین کی"۔

سینا کے اس علاقہ میں مقدس مقامات میں سے "طور" ہے جس کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں بڑی عظمت کے انداز سے ہو رہا ہے۔ اور پوری ایک سورت اس نام سے موسوم ہے۔

وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ : "قسم ہے طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی"۔

طُوْر :- عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ لغت کے اعتبار سے اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت اُگتے ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اس پہاڑ پر قسم کھانے سے اس کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ دنیا میں چار پہاڑ جنت کے ہیں۔ ان میں سے ایک طور ہے جس پہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی۔

کوہ طور کے اس دامن میں ایک وادی واقع ہے جس کو وادئ مقدس طوی کہا جاتا ہے۔ مقامی لوگوں کے ہاں اس کی شہرت صرف "وادی مقدس" سے ہے۔ دنیا میں زمین کے خاص خاص حصوں کو خداوند قدوس نے اپنی حکمت سے امتیاز بخشا ہے۔ جیسے بیت اللہ مسجد نبوی اور بیت المقدس وغیرہ۔ ان ہی مقدس مقامات میں سے ایک یہ وادی طوی ہے جس کی عظمت اور حرمت، تقدس اور پاکیزگی پر قرآن شاہد ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب لقاء ربانی کے لئے بلایا گیا تو یوں حکم ملا:

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى : "پس اتار ڈال تو اپنی جوتیاں تو ہے پاک میدان طوی پر"

ان خصوصی تذکروں کے علاوہ سینا کی اس ریتلی اور صحرائی زمین پر انبیاء علیہم السلام کے قدموں کے انمٹ نقوش بھی پائے جاتے ہیں اگرچہ آج آنکھ یا کسی دوسرے مدرکہ سے ان نشانات کا ادراک ممکن نہیں لیکن اس بے آب و گیاہ زمین پہ بار بار انبیاء کا آنا جانا ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہاں سے گذر ہوا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن مجید میں بار بار بطور تشجیع کے ذکر ہوا ہے۔ اس واقعہ کا زیادہ تر تعلق اسی زمین سے ہے۔ گویا اسی زمین پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نور خداوندی دکھایا گیا۔ چالیس راتوں کی ریاضت کے لئے یہاں کا انتخاب ہوا۔ اعطاء نبوت اور اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰؑ

کی ہمکلامی پھر دستورِ حیات تورات دیئے جانے کی داستان سینا کے تذکرہ کے بغیر یقیناً
ناقص ہے۔ اگر ایک طرف اس زمین کا تقدس مسلمانوں کے ذہنوں میں ہے۔ مذہب اور دین
سے اس کا گہرا تعلق ہے تو دوسری طرف یہودیوں کے مذہب کا بھی اس زمین سے بنیادی تعلق
ہے۔ ایسے ہی یہودی بھی یہاں کافی آتے رہتے ہیں۔ "سینٹ کا ترین" جو یہودیوں کا قدیم ترین عبادت خانہ
ہے، وہ سینا کے اسی علاقہ میں واقع ہے۔

فوجی اہمیت کسی علاقے کی فوجی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وہاں پر معرکے ہوں
معرکوں کے اعتبار سے سینا کا ذرہ ذرہ انسانی خون سے زنگ آلود ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹنے
والے کو دوران مطالعہ قدم قدم پہ یہ احساس ہوتا ہے کہ یہاں کی ہر چٹان سے انسانی خون کی
بُو آتی ہے اور پورا علاقہ انسانی خون کے دھبوں سے رنگین ہے۔ اگر وادی نیل کی آبیاری
دریا نیل کے پانی سے ہوئی تو صحرائے سینا کے صحرائی زمین کی آبیاری پانی کی جگہ انسانی خون
سے ہوئی۔ فراعنہ کے دور سے لیکر آج تک زور آزمائی کے لئے ایک میدان رہا جن قوتوں کو
ارض مصر پہ قبضہ ملا تو وہی قوتیں یعنی صلیبی مسیحی اور فرانسیسی طاقتیں یہاں
سے داخل ہوئیں۔ اور اگر مصریوں کو اسلام سے واقفیت ہوئی تو وہ اسی راستہ سے روشناس
ہوئے۔ فاتح مصر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے جب مصر میں قدم رکھا تو سینا کے
راستے سے مصر میں داخل ہوئے۔ گویا سینا صرف مصر کے لئے نہیں بلکہ پورے افریقہ کے لئے باب اسلام
ہے۔ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں جب صلیبی طاقت کو شکست ہوئی تو اس شکست خوردہ
قوم کو بھی سینا کے راستے سے نکلنا پڑا۔ چند سال قبل آدم خور اسرائیلیوں کو اپنی طاقت
آزمانے کا خیال آیا۔ تو انہوں نے بھی یہاں پہ قبضہ کر کے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی
اسی اہمیت کے پیش نظر اسرائیلیوں کے قبضہ سے پورے عالم اسلام کو دکھ پہنچا مصریوں
نے اپنی محبوب زمین واپس لینے کے لئے ہر طریقہ اپنایا لیکن ناکامی ہوئی۔ آخر کار ۱۹۷۳ء
میں یہودیوں سے ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے اسرائیل مقبوضہ علاقے سے بادل نخواستہ
نکلا۔ لیکن مصریوں کو یہ معاہدہ بڑا مہنگا پڑا۔ اسی معاہدے کی رُو سے اسرائیلی قوت اور
طاقت کو تسلیم کرنا پڑا جو پورے عالم اسلام کے منشور سے صریح خلاف ورزی تھی جس کی وجہ
سے مصر پورے عالم اسلام سے کٹ گیا۔ اور میدان میں تنہا رہ گیا۔ عرب ممالک کے
سفارتی تعلقات منقطع ہوئے۔ اور آج تک منقطع ہیں۔ مصر نے یہ سب کچھ برداشت کیا

لیکن سینا کے علاقہ کو واپس لینے کو ترجیح دی۔ آج سینا کے اس صحرائی علاقے میں قدم قدم پر فوجی چوکیاں قائم ہیں۔ اور دن بدن چوکیوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اقتصادی اہمیت سینا، ۶۱ ہزار مربع کلومیٹر کے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔ جو مصر کے کل رقبہ کا ۶ فیصد ہے۔ رقبہ کے لحاظ سے اگرچہ ایک مختصر قطعہ ہے لیکن قومی آمدنی کے اعتبار سے اہم کردار ادا کر رہا ہے کیونکہ عرب ممالک کا قومی سرمایہ اور اہم دولت پٹرول اور تیل ہے اگر دنیا کے سپر طاقتوں کو اپنی ایٹمی طاقت پر ناز ہے تو عالم عربی کے تیل کے ذخائر ایٹمی طاقت سے کم نہیں۔ قدرت کا عجیب نظارہ ہے کہ تیل برآمد کرنے والے ممالک اسلامی ممالک ہیں۔ چند سال قبل عالمی منڈیوں میں تیل کی اہمیت کے پیش نظر مسلمان اپنی اس طاقت کو بطور ایٹم بم استعمال کر سکتے تھے۔ لیکن کسی مستقل اور پائیدار منصوبے کی جگہ یہ تیل صرف آبادیوں پہ خرچ ہوا۔

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کی فلک بوس عمارتیں تیل کی برکت سے ہیں بدقسمتی سے مسلمان قوم تیل سے وہ استفادہ نہ کر سکی جو ان کو کرنا چاہیے تھا۔ مار آستین یعنی یورپی درندوں کے عیارانہ اور منافقانہ پالیسیوں کے مسلمان ممالک شکار ہوئے۔ اور یوں ایک قیمتی دولت وافر مقدار میں سینا میں موجود ہے۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق پچیس ملین ٹن پٹرول سالانہ یہاں سے حاصل ہوتا ہے جبکہ قدرتی گیس کے ذخائر بھی موجود ہیں۔ قیمتی معدنیات، جواہر اور دھاتوں کے لئے ایک مرکز ہے۔ فیروزہ کی ایک خاص قسم مدتوں تک سینا کے نام سے مشہور رہی۔

ملکی اور غیر ملکی سیاحوں کے رش کیوجہ سے سینا جانے کے لئے ائیرکنڈیشنڈ بسوں میں ٹکٹ لینا پڑتا ہے۔ ہم بھی رات ہی سے ٹکٹ لیکر صبح سویرے اڈہ پہ پہنچ گئے۔ گاڑی کی روانگی کے لئے سات بجے کا وقت مقرر تھا لیکن چند عوارض کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ سوا سات کے قریب گاڑی آئی۔ سواریاں تیار کھڑی تھیں۔ ہر ایک اپنی اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ چند منٹوں میں گاڑی تیار ہوکر روانہ ہوئی۔

قرآن مجید شوق سے سننے پر انسان کو ایک روحانی کیفیت حاصل ہوتی ہے لیکن مقام اور ماحول کی نسبت سے جب آیات سنی جائیں تو اس کا عجیب اثر ہوتا ہے۔ مدینہ منورہ میں مدنی سورتیں اور مکہ مکرمہ میں مکی سورتوں کی تلاوت سننے کا لطف کچھ اور

ہی ہوتا ہے۔

بس میں ہم اسی جیسے لطف سے سرشار تھے۔ قاہرہ سے ابھی ہم نہیں نکلے تھے کہ قاری خلیل حصری کی آواز میں سورہ قصص کی تلاوت شروع ہوئی۔ اور ابتداء میں وہ آیات سنیں جنہیں ملک مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نکلنے کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ — اور جب موسیٰ مدین کی طرف نکلے تو بولے
رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ۔ — امید ہے میرا رب مجھے سیدھی راہ پر چلائے گا

یہ آیات سن کر عجیب احساس ہوا کہ ان دشوار گزار پہاڑیوں، ریتلی زمین اور بغیر کسی رہبر و رہنما کے آپ کیسے منزل مقصود کو پہنچے؟ . . لیکن نصرت الٰہی کی وجہ سے یہ دشوار گزار راستے آپ کو آسان ہوئے۔ تلاوت سنتے سنتے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ سات گھنٹوں کا سفر طے کرنے کے بعد وادیٔ مقدس میں داخل ہوئے۔ بس والے عموماً زائرین اور سیاحوں کو "سینٹ کاترین" کے سامنے برلب روڈ اتار لیتے ہیں۔ روڈ پر اتر کر ہمیں ایک مصری دوست ناصر کی رفاقت نصیب ہوئی۔ بڑے خوش اخلاق اور کریم النفس شخص تھے۔ ہم خوش ہوئے کہ شاید یہاں سے واقف ہونے کی بنا پر ہماری رہنمائی کرسکے۔ اگرچہ ہمارا یہ خیال خام ثابت ہوا اور وہ بھی ناواقفیت کی وجہ سے ہم سے کچھ زیادہ جاننے والا نہیں نکلا۔ تینوں نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ پہلے ان سامنے ہوٹلوں کے بارے میں معلومات حاصل کرلیں۔ بعد میں باقی پروگرام جاری رکھیں گے۔ لیکن ہوٹلوں پر جاکر معلوم ہوا کہ یہاں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ عافیت اس میں سمجھی کہ پہلے مشہور مقامات کی سیر کریں۔ بعد میں رات کے لئے دیکھیں گے چنانچہ ہم تینوں یہاں سے "سینٹ کاترین" کے لئے روانہ ہوئے۔

سینٹ کاترین | "سینٹ کاترین" روڈ سے چند قدم کے فاصلہ پر جبل موسیٰ کے دامن میں یہودیوں کا مقدس اور قدیم ترین عبادت خانہ ہے۔ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہاں سے ان کے آباء و اجداد کی قسمت کے فیصلے ہوئے۔ یہاں سے ان کو کتاب ملی۔ اور یہاں سے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی۔ مقامی لوگوں کے بیان کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جوتیاں اتارنے کا حکم بھی یہاں سے ملا۔ اردگرد سنگی دیواریں ہیں اور ایک چھوٹے سے دروازے سے اندر جانا پڑتا ہے۔ چار دیواری کے اندر پرانے درخت کے کچھ آثار ہیں۔ ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق یہ اُس درخت کے آثار ہیں۔ جس درخت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلوہ ربوبیت

کے مظاہر نظر آئے تھے۔ جمعہ اور اتوار کے علاوہ دیگر ایام میں یہ دروازہ صبح سات بجے سے دو بجے تک زائرین کے لئے کھلا رہتا ہے۔ ہم جمعہ کے دن پہنچے تھے چھٹی کی وجہ سے اندر نہ جاسکے۔ اس لئے اندرونی کیفیت کے بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ ارد گرد گھوم کر قریب ہی ایک کنواں نظر آیا۔ وضوء کرکے ظہر کی نماز پڑھی اور جبل موسیٰ پر چڑھنے کو تیار ہوئے۔

جبل موسیٰ جبل موسیٰ ۲۲ ہزار میٹر بلند ہے۔ مقامی لوگوں کے بیان کے مطابق یہ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس راتیں گذار کر ریاضت کی۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک مسجد اور ایک گرجا بنا ہوا ہے۔ غیر مسلم اور مسلم کثرت سے اس پہاڑ پر چڑھتے ہیں۔ شائقین کی کثرت کے باوجود یہ پہاڑی راستہ ہے اور اس پر پیدل جانا پڑتا ہے۔ دوران سفر کافی دقت ہوتی ہے۔ میرے دونوں ساتھی عین وسط میں پہنچکر ہمت ہار گئے مجھے خود پہاڑی راستوں سے واقفیت کی وجہ سے یہاں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ آہستہ آہستہ ساتھیوں سے حوصلہ افزا باتیں کرتے ہوئے تین گھنٹے کے بعد انتہا پر پہنچ گئے۔ مسجد کے نیچے ایک غار دیکھا اور نیچے چند قدم کے فاصلہ پر پانی کا ایک کنواں نظر آیا۔ مقامی لوگوں کے کہنے کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس رات اسی غار میں رہے اور اس کنوئیں سے پانی پیتے رہے۔ واللہ اعلم کہاں تک یہ درست ہے۔ کچھ وقت گذار کر واپس دو گھنٹوں میں آئے۔ دوبارہ سینٹ کاترین پر آکر اترے۔ یہ طے ہوا کہ قریب کسی مسجد میں جا کر مغرب اور عشاء پڑھنے کے بعد ہوٹلوں کی خبر لینگے۔ خوش قسمتی سے ایک گاڑی آئی اور ہمیں بٹھا کر "وادی مقدس" کی ایک سرکاری جامع مسجد لے گئی۔ مسجد میں مغرب پڑھنے کے بعد خطیب صاحب سے ملاقات ہوئی جنکا نام استاذ ابراہیم سعید تھا اور جامعہ ازہر کے کلیۃ اصول الدین سے فارغ تھے۔ چند دنوں سے ان کی تبدیلی قاہرہ سے یہاں ہوئی تھی۔ ناواقفیت کے باوجود انہوں نے ہماری بہت قدر کی۔ مسجد کا ایک پورا کمرہ رات گذارنے کے لئے ہمارے حوالہ کیا۔ بہت عزت سے پیش آئے۔ صبح کی نماز پڑھانے کا مجھے موقعہ دیا۔ سورۃ طٰہٰ کے ابتدائی رکوعات پڑھ کر مقام کی مناسبت سے عجیب لطف آیا۔ سات بجے واپسی کے لئے گاڑی ملی۔ اور یہاں سے گاڑی میں بیٹھ کر "مفرق" پر آکر اترے۔ ارادہ تھا کہ "شاطئ البحر" اور "عیون موسیٰ" کو دیکھنے کے لئے جائینگے۔ مفرق سے "عیون موسیٰ" تک اکسٹھ کیلومیٹر کا فاصلہ ہے جب کہ سینٹ کاترین "ایک سو چھ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ گاڑی کے انتظار میں کافی دیر تک

کھڑے رہے۔ اچانک ایک پک اپ گاڑی ہمارے پاس آکر رک گئی۔ اور ہمیں بٹھا کر ۱۲۰
کیلومیٹر کا یہ راستہ آدھ گھنٹے سے کم وقت میں طے کیا۔ بحر احمر کے کنارے پر کچھ وقت گزار
کر واپسی کے لئے سوئس کی گاڑی میں بیٹھ گئے اور دن کے بارہ بجے کے قریب سوئس پہنچے۔

سوئس اگرچہ ابتدا میں کوئی اہم قصبہ یا شہر نہیں تھا لیکن "نہر سویز" بن جانے کے بعد
ایک خاصہ قصبہ بن گیا۔ آجکل مصر کے بڑے بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ بحری جہازوں کے
آنے جانے کے لئے یہ راستہ استعمال ہوتا ہے اور ایک بڑی بندرگاہ ہے۔ نہر سویز جو مصر کے
بحری ذرائع آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے اسی کی وجہ سے یہ شہر بہت متعارف ہے اس وقت
ہم یہاں زیادہ دیر تک نہ رہے۔ بلکہ "اسمٰعیلیہ" کے لئے گاڑی کے انتظار میں دس پندرہ منٹ
خرچ ہوئے۔ البتہ بعد میں حج کے لئے جانا یہاں سوئس سے تھا اس لئے پھر ایک رات و
دن ہمیں یہاں رہنا پڑا۔ یہاں سے اسمٰعیلیہ کے لئے بس میں بیٹھ کر اسمٰعیلیہ سے "پورسعید"
چلے گئے۔

پورسعید پورسعید ایک مصروف ترین بندرگاہ ہے۔ نہر سویز جو بحر احمر کو بحر ابیض
کے ساتھ ملاتی ہے۔ بحر ابیض سے یہاں پورسعید کی بندرگاہ پر ملتی ہے۔ ہر وقت بندرگاہ
میں چہل پہل رہتی ہے۔ غیر ملکی جہازوں کا آنا جانا یہاں بہت زیادہ رہتا ہے۔ اس لئے
یہاں پر غیر ملکی اشیاء بڑی آسانی سے مل سکتی ہیں۔ اردگرد ایکسائز والے اہتمام کیساتھ
نگرانی کرتے ہیں۔ تلاشی کا طریقہ عجیب ہے۔ پھاٹک پر آکر تمام گاڑیاں کھڑی ہو جاتی ہیں
سواریاں گاڑی سے اتر کر ایک عمارت میں چلی جاتی ہیں۔ اور اس عمارت میں انکی تلاشی
لی جاتی ہے۔ جبکہ خالی گاڑی دوسری عمارت میں لے جاکر وہاں اسکی تلاشی الگ ہوتی ہے۔
معمولی معمولی اشیاء کا لیجانا جرم ہے۔ لیکن رشوت کی لعنت کے عادی ہونے کی وجہ سے یہاں
پر بھی اسمگلنگ کامیابی سے لوگ کر جاتے ہیں۔

پورسعید کو جانا میرے ایک دوست کی دعوت پر تھا۔ کورس کے دوران مصری خطباء
سے کچھ راہ و رسم بن گئے تھے۔ جن میں سے ایک دوست "احمد علی احمد" ایک نابینا خطیب
تھا۔ بہترین قاری اور عالم تھا۔ پورسعید کی ایک مسجد میں خطیب ہونے کے علاوہ ایک دوسری مسجد
میں شام کو درس بھی دیتے تھے۔ ان کے بار بار اصرار پر ہم ان کے پاس ایک رات ٹھہرنے کے
لئے حاضر ہوئے۔ اس کے والد علی احمد بہت پاکیزہ نفس شخص تھے۔ تمام گھر ہماری خدمت کرتا رہا

پی این ایس سی کے لئے
قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ
ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

اب جبکہ پی این ایس سی کے
جہاز دنیا کے تمام بڑے بندرگاہوں
میں پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں
ہم اپنی کارکردگی میں کوئی کسر نہیں
چھوڑ سکتے۔ ہمیں اپنے تمام تر وسائل
اور صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قوم کو
بہتر سے بہتر خدمت فراہم کرنا ہے۔

اس مقصد کے حصول کیلئے ہم پوری
لگن کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ قومی
پرچم بردار جہازراں ادارہ ہونے کے
اعزاز نے ہمیں ایک ایسا ولولہ بخشا
ہے جس نے قوم کی طرف سے عائد
کی ہوئی ذمہ داریوں کو پورا
کرنے میں ہمیں کامیاب کیا ہے
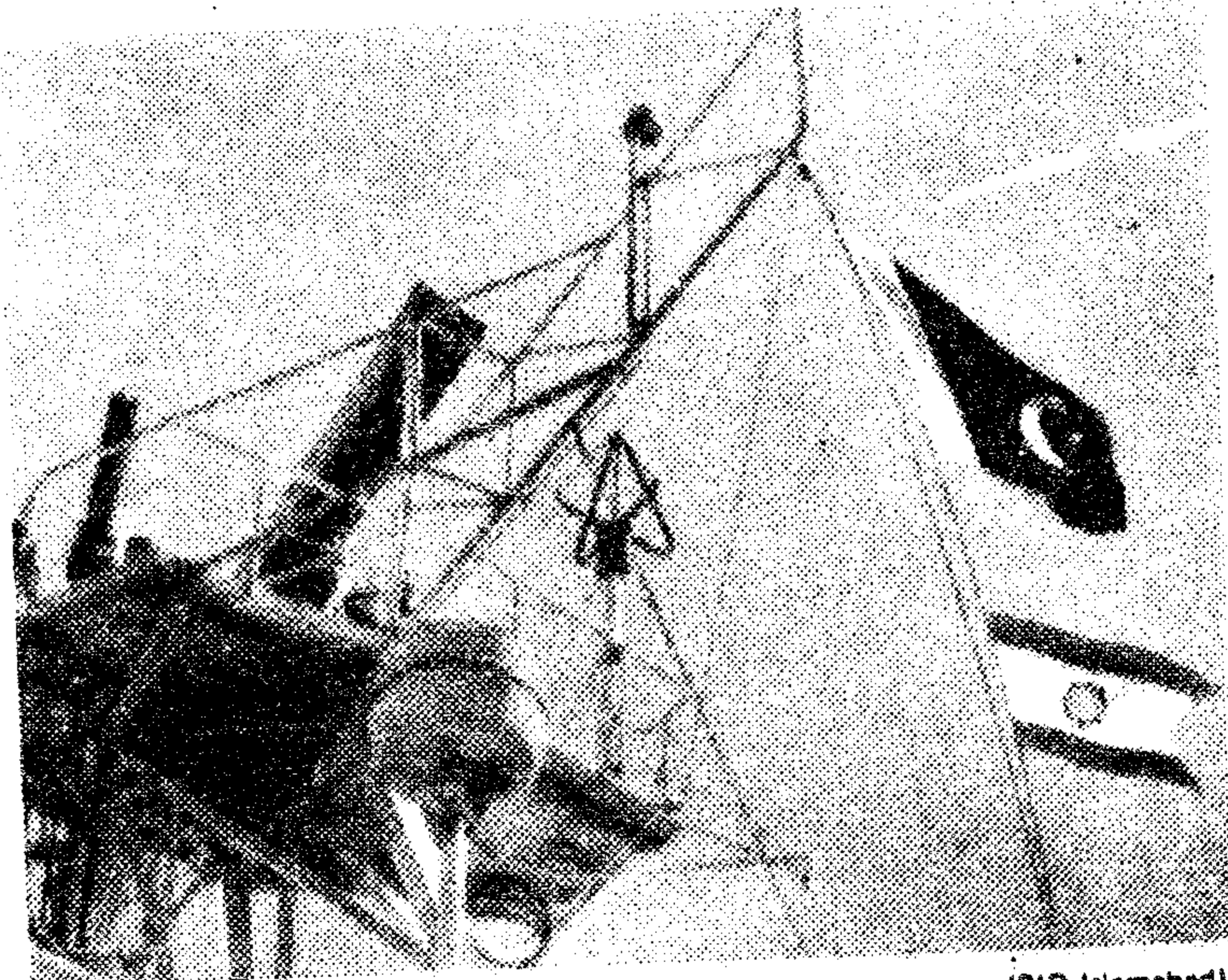
Paragon ● PNSC-15

(PID Islamabad)

جناب اعجاز احمد خان سنگھانوی۔ ایم اے

بطلِ حریت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ماہ جون ۱۸۹۶ء میں سابق ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ میں بفہ کے مقام پر پیدا ہوئے۔[۱] آپ کے والد مولانا حکیم سید گل تھے جو امان شاہ صاحب کے صاحبزادہ تھے۔ ۱۹۱۰ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا اور پورے ضلع میں اول پوزیشن حاصل کی۔ سکول کی تعلیم کے دوران ہی ابتدائی دینی تعلیم بھی اپنے والد ماجد سے حاصل کرتے رہے اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ نے پہلے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ ازاں بعد ۱۹۱۵ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ۔ حضرت مولانا غلام رسولؒ۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

امتحان میں مولانا محمد اسحاق کانپوریؒ اول اور آپ دوم آئے۔ حضرت قاری محمد طیبؒ۔ حضرت مولانا محمد شفیعؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے حضرات آپ کے ہم جماعت اور ہم سبق تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں دوران تعلیم جمعیۃ طلبہ دیوبند کی بنیاد رکھی۔ وہ کافی عرصہ تک اس تنظیم کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اس طلبہ تنظیم نے مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار کیا۔ ۱۔ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری ۲۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمان۔ ۳۔ استاذ الکل مولانا محمد رسول خان ہزاروی ۴۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ۵۔ استاذ العلماء مولانا محمد ابراہیم بلیاوی۔ ۶۔ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند سابقاً۔ ۷۔ حضرت مولانا سید عبداللطیف ناظم مظاہر علوم سہارنپور۔ ۸۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور۔ ۹۔ حضرت مولانا غلام رسول بفوی۔ ۱۰۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی حضرت مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الفقہ والادب دارالعلوم دیوبند۔

فراغت کے بعد ایک سال تک معین المدرسین کے طور پر دارالعلوم دیوبند میں کام کر چکے تو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند نے آپ کو حیدر آباد دکن میں دارالعلوم کی طرف سے بحیثیت مفتی جانے کے لئے

---

[۱] آپ کی پیدائش کی بابت متعدد قول ہیں ۱۸۸۵ء۔ جون ۱۸۹۶ء ۱۸۹۸ء

فرمایا۔ تو آپ نے عذر بیان کرتے ہوئے عرض کی کہ حضرت میرے والد صاحب کی منت یوں تھی کہ میں فراغت کے بعد دینی خدمت یعنی درس و تدریس ہی میں مشغول رہوں۔ اس پر حضرت مہتمم صاحب نے فرمایا چلو حضرت سید انور شاہ صاحب سے اس کے متعلق پوچھ لیتے ہیں چنانچہ حضرت الاستاذ نے بھی یہی فرمایا کہ آپ کے والد صاحب کی منت یوں بھی پوری ہو جائے گی۔ تو ان بزرگوں کے ارشاد کے مطابق آپ حیدر آباد دکن چلے گئے۔ حیدر آباد دکن کی ایک ہندو ریاست سمستان گدوال میں دو سال تک بطور مبلغ اسلام تبلیغی خدمات انجام دیں اور بہت سے ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے مسلمانوں کے اندر جو ہندوانہ رسوم راہ پا رہی تھیں ان کا سدّ باب کر کے اسلامی طریق زندگی کو رواج دینے کی سعی بلیغ کی۔

جمعیۃ علماء ہند کی تنظیم کے لئے مولانا محمد یوسف جونپوری کے ہمراہ پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔

حیدر آباد دکن سے وطن مراجعت کے بعد مانسہرہ ضلع ہزارہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جہاں خود بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۰ء اپنے ضلع ہزارہ میں تبلیغی کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۱ء میں ہزارہ میں سیاسی کام کا آغاز کیا اور انگریز کے خلاف نبرد آزما ہو گئے۔ اور اس کے نتیجہ میں ۱۹۳۲ء کا پورا سال ایبٹ آباد اور بنوں کی جیلوں میں گذارا۔ رہائی کے بعد "انجمن اسلامیہ" نے ایبٹ آباد کے تبلیغی مقاصد کے پیش نظر آپ کی خدمات حاصل کر لیں۔ ۱۹۳۳ء میں مرزائیت کے خلاف نبرد آزما رہے۔

آپ نے سیاسی زندگی کا آغاز فرنگی سامراج کی جانی دشمن جماعت مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے کیا۔ اسی تنظیم میں شمولیت کا نتیجہ تھا کہ وہ پوری زندگی سامراجی طاقتوں کے سخت خلاف رہے۔ تقسیم ہند سے قبل برصغیر میں خصوصاً پنجاب میں مجلس احرار کا طوطی بولتا تھا۔ مولانا ہزاروی باضابطہ طور پر ۱۹۳۴ء میں مجلس احرار میں شامل ہوئے اور ضلع سیالکوٹ کے نائب امیر منتخب ہوئے۔ "تحریک ترک موالات" اور دیگر انگریز دشمن تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ صوبہ بہار کے ہندو مسلم فساد میں متاثر ہونے والے مسلمانوں کی فوز و فلاح کے لئے انتھک محنت کی اور اس دوران قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

قیام پاکستان کے بعد احرار نے سیاسی سرگرمیوں کو ختم کر کے اپنے آپ کو صرف دینی پلیٹ فارم تک محدود کر لیا۔ تو مولانا ہزاروی نے بھی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اور صرف مسلک حقہ کی ترویج و اشاعت کے لئے مصروف عمل ہو گئے۔ اور اپنے علاقہ کے لوگوں میں پیدا شدہ غیر اسلامی رسومات کے خاتمہ کے لئے رات دن محنت کی۔

۱۹۵۳ء جو جب امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا

ہزاروی نے اس میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ ادھر مرزائی امت کی ریشہ دوانیوں سے عوام کو آگاہ کرنے کے لئے ملک گیر دورے کئے۔ شاہ جی کے ایما سے آپ نے گرفتاری نہیں دی اور حکومت کی تمام مشینری کو معطل کرکے رکھ دیا۔

۱۹۵۶ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان میں علماء کا ایک ملک گیر کنونشن بلایا جس میں جمعیت علماء اسلام کی تنظیم نو کا فیصلہ کیا گیا۔ جمعیت کی امارت کی ذمہ داریاں حضرت لاہوریؒ نے اس شرط پر قبول فرمائیں کہ مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم اعلیٰ کا عہدہ قبول فرمائیں تو وہ اس منصب کو سنبھال لیں گے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آزادی حریت کے اس عظیم جرنیل نے حضرت لاہوریؒ اور دیگر اکابر کی توقعات سے بڑھ کر کام کیا۔

۱۹۶۲ء میں مولانا ہزارویؒ مغربی پاکستان (اس وقت پاکستان کے دو حصے تھے۔ ایک مشرقی پاکستان اور دوسرا مغربی پاکستان) کی صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے جبکہ مولانا مفتی محمودؒ قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ بدنام زمانہ عائلی عائلی قوانین جو کہ ایوبی دور حکومت کے چہرہ پر بدنما داغ کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں اسلام کے متعین کردہ اصولوں کو یکسر پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔ جب اسمبلی میں پیش ہوئے تو صوبائی اسمبلی میں مولانا ہزاروی نے ان خلاف اسلام قوانین کی اس انداز سے دھجیاں بکھیریں کہ اسمبلی کے چار ممبران کے سوا تمام ارکان اسمبلی نے اس قرارداد کو مسترد کر دیا۔ ان چار ارکان میں تین خواتین اور ایک پرویزی مکتبہ فکر کا مرد شامل تھا۔

۱۹۶۲ء میں جمعیت علماء اسلام کے محسن ثانی حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی وفات کے بعد جمعیت کے وجود کو قائم رکھنے کا سہرا جس شخص کو جاتا ہے وہ مولانا غلام غوث ہزاروی ہیں جنہوں نے وسائل کی قلت بلکہ نہ ہونے کے باوجود جمعیت کو منظم کیا پورے ملک میں تنظیمی جال بچھایا۔ صرف مغربی پاکستان میں چودہ سو دفاتر قائم ہوگئے۔ ایوب خان کے خلاف اسلام اور جمہوریت دشمن اقدامات کی بنا پر جب لوگ سڑکوں پر نکل آئے تو جمعیت علماء اسلام نے اپنا تاریخی کردار ادا کیا۔ جمعیت پر پابندی عائد ہونے کی بنا پر نظام العلماء پاکستان کے نام سے عوام سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ایک نیا پلیٹ فارم حاصل کیا گیا۔ اسی دوران ایوب خان کی حکومت کے خلاف یوم نفاذ اسلام منانے کا اعلان کیا گیا اور لاہور میں دوران نماز مسجد شیرانوالہ گیٹ پر پولیس نے وحشیانہ لاٹھی چارج کیا اور حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ ناظم اعلیٰ نظام العلماء پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی گئی۔

ان حالات میں مولانا ہزاروی نے جمعیت کو تنظیمی اعتبار سے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا جس کا اظہار ۱۹۶۸ء میں لاہور میں نظام شریعت کانفرنس کے انعقاد پر ہوا۔ اور اس کے بعد ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں ہوا۔ جب جمعیت علماء اسلام نے افرادی قوت کے اعتبار سے مغربی پاکستان کی دوسری بڑی پارٹی کے طور پر ابھری۔ انہیں انتخابات کے نتیجہ میں صوبہ سرحد میں جمعیت نے حکومت قائم کی۔ اور مولانا مفتی محمودؒ نے وزیراعلیٰ کی حیثیت سے اسلامی قوانین کے

نفاذ کا اعلان کیا۔

۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۵ء میں جامعہ ازہر کی دعوت پر مصر تشریف لے گئے۔ اور وہاں مؤتمر میں مغربی فکر کے علمبردار کی حیثیت کے ایک سوڈانی اسکالر کے باطل نظریات کا خوب خوب رد کر کے اسلام کی عظمت کا لوہا منوایا۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخاب میں قومی اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ ۱۹۷۱ء میں عرب ممالک کی دعوت پر مشرقی ادب کا دورہ کیا ۱۹۷۲ء میں گورنمنٹ حج وفد کے رکن بنائے گئے۔ آپ پانچ مرتبہ زیارت حرمین کی سعادت سے فیض یاب ہوئے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی نے اپنے مسلک اور دین کو ہر چیز پر مقدم رکھا اور ان دو چیزوں کے بارے میں کبھی بھی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ اور اسی بنیاد پر وہ بادل نخواستہ اس جمعیت سے علیحدہ ہو گئے جس کی تعمیر و ترقی میں شب و روز مصروف رہے تھے۔ سیاسی زندگی میں ان پر قاتلانہ حملے بھی ہوئے لیکن یہ ہر قسم کے ہتھکنڈے بھی انہیں راہ راست سے نہ ہٹا سکے۔ ۱۹۷۸ء میں جمعیۃ علماء اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد ضعیفی اور کمزوری کے باعث زیادہ فعال نہ رہ سکے۔ اور بفہ ضلع ہزارہ میں اپنے چھوٹے سے مکان میں زیادہ وقت گزارنے لگے۔

تصانیف و دیگر مشاغل | آپ راولپنڈی میں جامع مسجد بوہڑ بازار کے مستقل خطیب رہے ... راولپنڈی کے مدرسہ اعلیٰ ...

تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں۔

۱۔ ایمان ۲۔ جہاد ۳۔ سیرۃ النبی ۴۔ تحریک بے ایمان ۵۔ مجاہدانہ تقریریں

۶۔ جواب محضر نامہ کہ "ربوہ اور لاہوری کافر اور غیر مسلم اقلیت ہیں" جو کل ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

بیعت و خلافت | مولانا غلام غوث ہزاروی خانقاہ عالیہ سراجیہ کے شیخ عبدالحمید سیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خلافت و اجازت حاصل تھی۔ اور آپ انہی سے بیعت تھے۔

وصال | زندگی کی جدوجہد کے تقریباً پچاس سال گزار کر ۲۴ فروری ۱۹۸۱ء مطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ کو بفہ میں شب کو ساڑھے چار بجے انتقال فرمایا۔

موت سے صرف چار روز قبل ۲۰ جنوری ۱۹۸۱ء کو آپ نے راولپنڈی میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب فرمایا دوران تقریر آپ نے فرمایا یہ میری زندگی کا آخری جمعہ ہے۔ یہ تقریر ٹیپ ہے۔

وصال سے کچھ پہلے اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ تمام عمر تمہیں میرے گھر میں کبھی راحت نہ مل سکی۔ میں نے کبھی تمہیں درشت کہا ہو تو معاف کرنا۔

اس کے بعد بچوں اور داماد سے فرمایا میں آپ سب کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ آخری لمحات میں آنکھیں بند کر رکھی

تھیں۔ مولانا کے داماد قاری نذیر احمد صاحب پاس کھڑے تھے رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ بار بار پڑھ رہے تھے کہ آنکھیں کھول کر فرمایا آگے بھی تو پڑھئے۔ رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ اس کے بعد کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه بہت آہستہ آواز سے فرماتے ہوئے جھٹکے سے اپنا منہ قبلہ کی جانب کرتے ہوئے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه ذرا بلند آواز سے پڑھا اور اسی لمحہ آپ کی روح مبارک تشریف لے جا چکی تھی۔ لیکن آپ کا چہرہ جوانی کی طرح بڑا نظر آنے لگا۔ اور آپ کا حسن جوانی سے کہیں زیادہ ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا ہزارویؒ نے اپنے بھائی کو چند وصایا فرمائیں جن میں سے بعض یہ ہیں:۔

۱۔ میرا جنازہ جلدی پڑھانا۔ ۲۔ کوئی غیر شرعی رسم نہ کرنا۔ ۳۔ میرے گور و کفن میں جلدی کرنا اور کسی کا انتظار نہ کرنا۔ پھر حضرت نے اپنی بیٹیوں اور داماد کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ "میں آپ سب کو اپنے مولائے حقیقی کے سپرد کرتا ہوں"۔ جس روز آپ کا انتقال ہوا اس روز سخت بارش اور سخت سردی تھی لوگ موسلا دھار بارش میں گھنٹوں کھڑے رہے اس قدر لوگ تھے کہ بفہ کی مساجد اور ڈویژن کا سب سے بڑا ہائی اسکول ناکافی تھا۔ بیشمار لوگ سخت بارش اور سردی کے باوجود جنازہ میں شریک ہوئے۔ اور آپ کو بفہ کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔

اولاد اور پسماندگان | مولانا کا اکلوتا بیٹا زین العابدین بچپن ہی میں انتقال کر گیا تھا۔ آپ نے ایک اہلیہ اور پانچ صاحبزادیاں چھوڑیں۔ مولانا کے چھوٹے بھائی مولانا فقیر محمد صاحب جو پرانے فاضل دیوبند اور سابق وائس پرنسپل گورنمنٹ کالج مانسہرہ ہیں ابھی حیات ہیں۔

حافظ محمد ابراہیم فانی ۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ادبیات
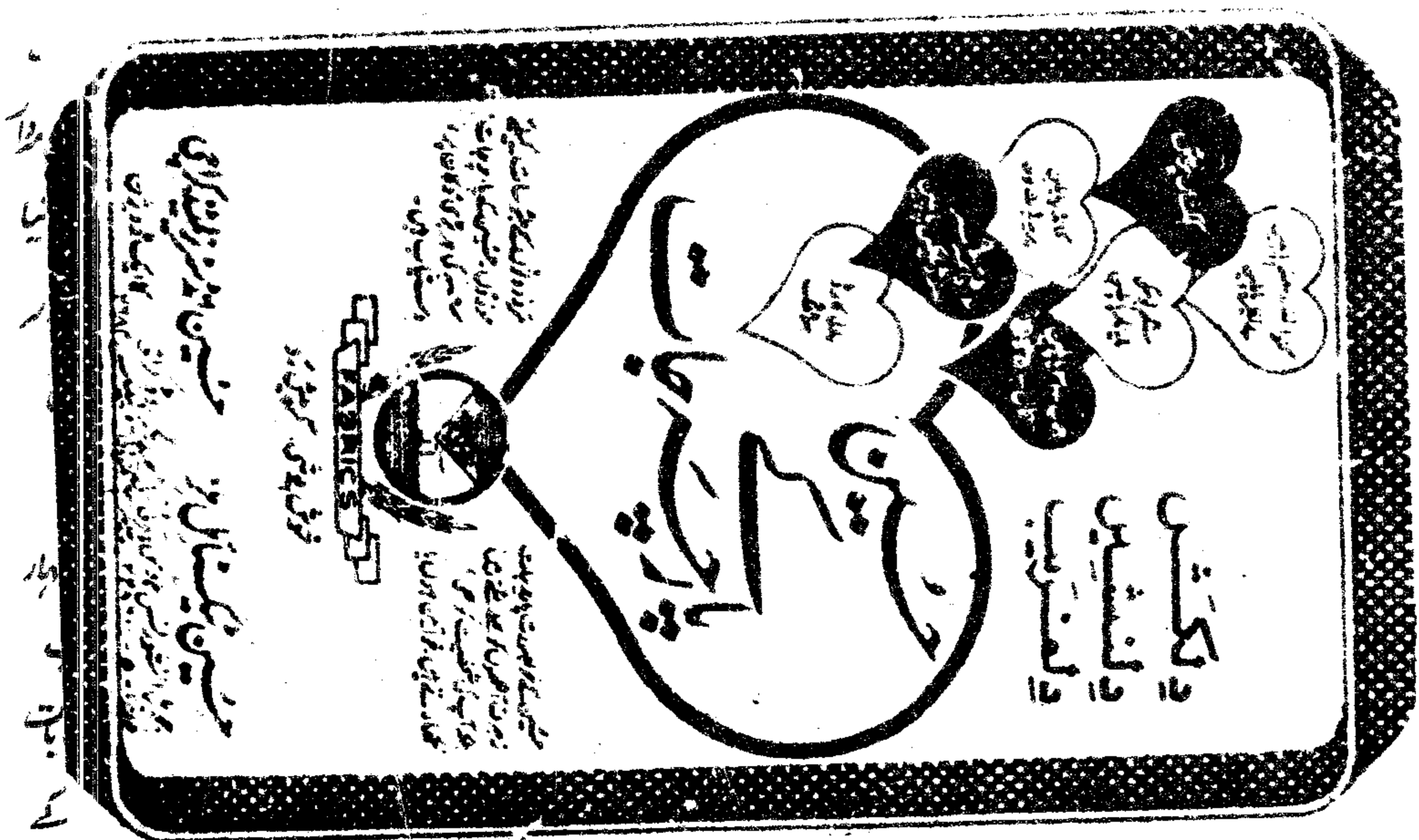
رشکِ بتانِ آذری!

تضمین بر غزل حضرت امیر خسروؒ

اے خوش لقا خوش منظری خوش صورتی خوش پیکری   رخسار تو رخشندہ تر از آفتابِ خاوری
از عرش تا فرشِ زمیں تیری تجلّی گستری   من عاشقِ زارِ شما از سعد و از ناداں بری
اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری

اے وجہِ تخلیقِ جہاں لے نازشِ پیغمبری   تجھ کو عطاء یزداں نے کی سب عالموں پہ برتری
کمتر زِ گردِ کوچہ ات جاہ و جلالِ قیصری   تشبیہ دوں کس سے تجھے کس کو ہے تابِ ہمسری
ہر چند وصفت میکنم در حسن زاں زیبا تری

اس بزمِ آب و گِل میں ہے بس آپ کی جلوہ گری   تجھ پہ خدا نے ختم کی شان و شکوہِ دلبری
اے رشکِ خورشید و قمر بر گنبدِ نیلوفری   تو از پری چابک تری وز برگِ گل نازک تری
وز ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

بسمل من از ہجراں شدم بر حالِ خود نالیدہ ام   بر من نگہ کن دلربا در خاک و خوں غلطیدہ ام
اے گل عذار و نازنیں بر زلف تو گرویدہ ام   آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

من ام شہیدِ عشقِ تو دارم حیاتِ جاوداں   اے باعثِ تسکینِ دل در سینہ ام دردِ نہاں
نے قوتِ ضبط است مرا نے طاقتِ شرح و بیاں   اے راحتِ آرامِ جاں با قد چوں سروِ رواں
زیں ساں مرو دامن کشاں کآرام جانم مے بری

تیری طلب میں سرگراں پھرتا رہا ہوں دربدر   تیرے ہی دم سے ہے یہاں یہ گردشِ شام و سحر
تیری تجلّی سے ہوئے خورشید و مہ تابندہ تر   ہرگز نشاید در نظر نقشے ز رویت خوب تر
شمسی ندانم یا قمر حوری ندانم یا پری"

حال پریشانم نگر اے در دلم سودائے تو　　خواہم شراب انگبیں از ساغر و مینائے تو
اے شاہ خوبان امم در سینہ ام ماوائے تو　　" عالم ہمہ یغمائے تو خلق خدا شیدائے تو
آں نرگس شہلائے تو آوردہ رسم کافری

دنیائے دل میں ہے مری بس تیرے دم سے روشنی　　ہرگز نہیں آتی کبھی میری محبت میں کمی
صورت ہیولی کیطرح ہم تم میں ہے وابستگی　　من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

فانی فقیرم بینوا از من چرا گشتی جدا　　بے تو ندارم آسرا جان و دلم بر تو فدا
اے دلربائے نازنیں اے دلبراں را مقتدا　　خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری
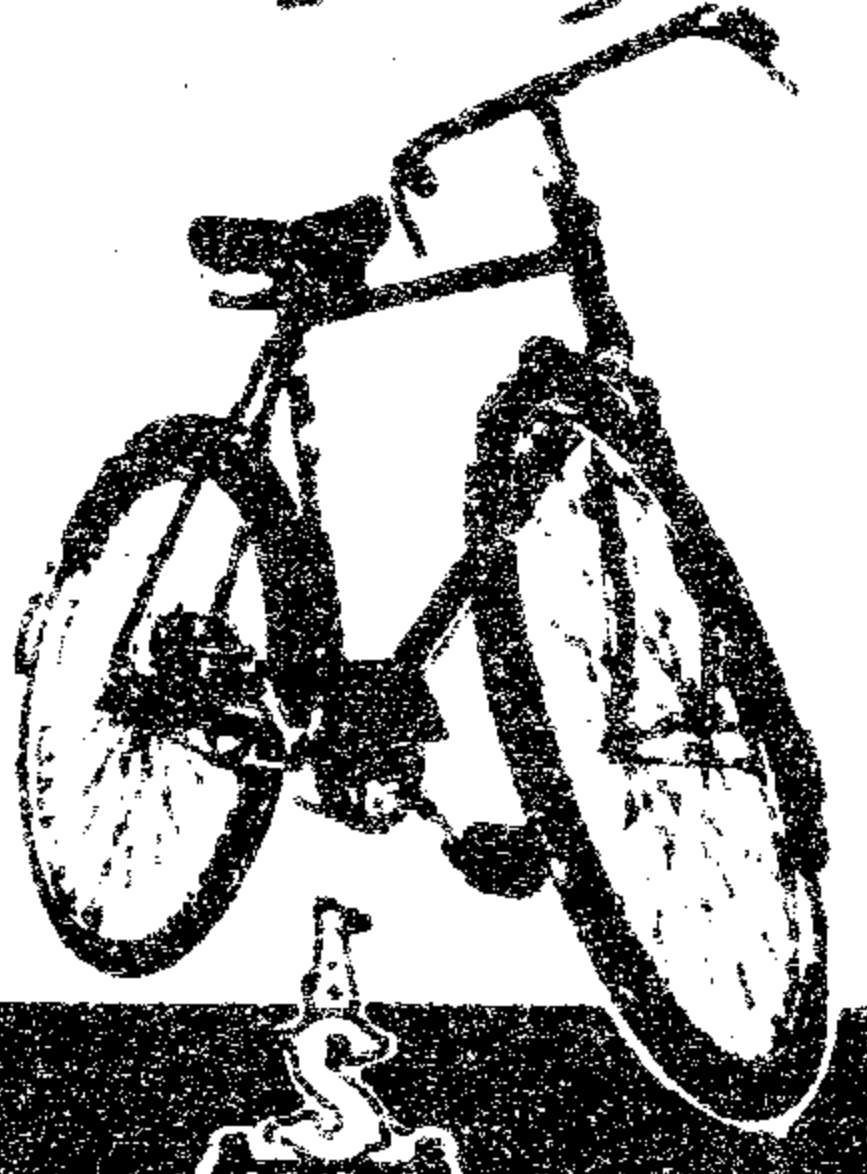
قدح در الفاظ مدح

قاضی محمد زاہد الحسینی اٹک شہر

اکثر مقررین حضرات اور مقالہ نگار حضرات قطب عالم حضرت شیخ الہند محمود حسن اسیر مالٹا قدس سرہٗ العزیز کے بارے میں مندرجہ ذیل قسم کے کلمات لکھ کر یا تقریر فرما کر بزعم خویش ان کی کمال شجاعت اور استقلال عزیمت کا اظہار کرتے ہیں یہ نہ صرف حقیقت حال کے خلاف ہے بلکہ مجاہد جلیل کی توہین ہوتی ہے۔ وہ کلمات کچھ یوں ہیں

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد غسل کے وقت ان کی پیٹھ پر کچھ نشانات پائے گئے۔ ان کے قریبی خدام سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ان بیدوں اور کوڑوں کے نشانات ہیں جو حضرت کو اسارت مالٹا کے زمانے میں لگائے جاتے تھے۔ انا للہ۔ اس روایت کی نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی ثبوت بلکہ واقعہ اسکے بالکل برعکس ہے حضرت شیخ الہندؒ کے خادم خاص اور بے نظیر جان نثار حضرت مدنی اسیر مالٹا نے آپ کے زمانہ اسارت میں عظمت اور عزت کا حال یوں پیش فرمایا ہے

"یورپین قومیں ہر اس شخص کو جو اپنی قوم اور وطن کا فدائی اور خیر خواہ ہو نہایت عزت کی رفعت کی نظر سے دیکھتی ہیں اور اس کا احترام کرتی ہیں اگرچہ سیاسۃً وہ دشمن ہی ہو۔ مالٹا کی اسارت گاہ میں بڑے بڑے فوجی اور ملکی آفیسر انگریز آتے تھے تو حضرت شیخ الہند کو دور سے دیکھ کر ہیٹ (انگریزی ٹوپی) اتار کر سلام کرتے تھے۔ اور باادب کھڑے ہو کر گفتگو کرتے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کھڑے کبھی نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ بسا اوقات اپنے ترجمۂ قرآن کے لکھنے میں مصروف رہتے مگر یہ فوجی اور ملکی بڑے بڑے آفیسر آ کر ادب سے کھڑے ہو جاتے تھے اور آپ کی صورت کو نہایت ادب سے دیکھتے تھے حالانکہ معمولی گورا بھی بڑے بڑے گورنمنٹ پرست ہندوستانی والیوں اور راجاؤں کی ادنیٰ درجہ کی تعظیم و تکریم عمل میں نہیں لاتا تھا۔ پرنس جرمنی (جرمن شہزادہ) جو کہ امڈین جہاز سے گرفتار ہوا تھا اور مالٹا میں ایک عرصہ تک رہا تھا ہمیشہ حضرت کی خدمت میں بالخصوص عید بقر عید کے موقع پر حاضر ہوتا تھا اور مبارکباد پیش کرتا تھا وہی حال بڑے بڑے فوجی اور سول افسروں جرمنی آسٹرین بلغیریا اور ترکوں کا تھا۔"

(نقش حیات ج ۲ ص ۲۴۵)۔

اس کی تصدیق حضرت شیخ الہندؒ کے خادم خلوت و جلوت صدیق دوران حضرت مولینا عزیر گل صاحب دامت برکاتہم سے کی جا سکتی ہے۔ اس لئے ایسے افتراء سے کلی احتراز کیا جائے

افکار و تاثرات

بقاء و سلامتی پاکستان کیلئے فوری توجہ طلب نکات

I   ۸ر جولائی ۱۹۸۵ء کو بیک وقت کراچی اور کوئٹہ میں ایرانی تخریب کاروں نے ایک بار پھر پاکستان میں بدامنی اور قتل و غارتگری کا مشن انجام دیا۔ یہ بیرونی تخریب کاریاں بلا روک ٹوک جاری ہیں حالانکہ ماضی میں بھی (۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۵ء) ان عناصر کی نشاندہی ہو چکی ہے۔ مثلاً یہ کہ :۔

(۱) جنوری ۱۹۸۳ء میں جس تخریبی گروہ نے کراچی میں فتنہ و فساد بپا کیا تھا اس نے کھلم کھلا خمینی کے حق میں نعرے لگائے اور صدر پاکستان ضیاء الحق صاحب کو علی الاعلان گالیاں دیں۔

(۲) مارچ ۱۹۸۳ء میں مرکزی امامباڑہ' لیاقت آباد' کراچی سے باقاعدہ فائرنگ کی گئی اور اس امامباڑے سے نہ صرف یہ کہ اسلحہ برآمد ہوا بلکہ ایرانی دہشت گرد بھی پکڑے گئے۔

(۳) اکتوبر ۱۹۸۴ء میں جب علاقہ گرومندر' کراچی میں شیعہ جلوس نے آگ و خون کا ڈرامہ کھیلا تو گرفتار شدہ مجرموں اور قاتلوں کی رہائی کے لئے ایرانی قونصل جنرل بھاگ دوڑ کرتا رہا۔

(۴) اپریل ۱۹۸۵ء میں کراچی کے "مہاجر پٹھان" ہنگامے کی ابتدا کرنے والے امامیہ اسٹوڈینٹس فیڈریشن کے شرپسند ہی تھے جن میں ایرانی طلبہ شامل تھے۔

(۵) ۶ر جولائی ۱۹۸۵ء کو جس مسلح گروہ نے کوئٹہ میں قتل و غارتگری انجام دی' اس کے گرفتار شدہ بیشتر قاتل ایرانی تھے۔ جس کی تصدیق وفاقی وزیر داخلہ نے سینٹ میں ۱۲ر جولائی ۱۹۸۵ء کو کر دی۔

(۶) ۱۹۸۶ء کے دوران مختلف تخریبی کاروائیوں کے نتیجہ میں" ایرانی ۔ لیبیائی" مشترکہ مشن کا سرغنہ عمار گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن اس بڑے مجرم کو" ایرانی لیبیائی" حکومتوں کی درخواست پر چھوڑ دیا گیا۔

(۷) دسمبر ۱۹۸۶ء کے مہاجر و پٹھان تصادم میں ملوث جن قاتلوں کو پکڑا گیا ان میں کم از کم دو ایرانی تھے (جنگ' کراچی ۱۹ر دسمبر ۸۶)۔ اس خبر کی تصدیق وزیر اعظم جونیجو صاحب نے فرمائی (جنگ ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۶ء)

II مندرجہ بالا مسلسل تخریب کاریوں کے ساتھ ساتھ اندرونی تخریب کاریاں یعنی نظریاتی سازشیں بھی عرصہ سے بلا روک ٹوک جاری ہیں اس کی بھی صرف چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

(۱) موجودہ بچے کھچے پاکستان کو یکسر مٹانے کے لئے جی ایم سید ایک عرصہ سے نظریاتی تخریب کاری کا انچارج بنا ہوا ہے۔ اس کی حالیہ کتاب کا عنوان ہے "اب پاکستان ٹوٹنا چاہیے"۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شخص پاکستان کا چیف ایجنٹ ہے اس شخص نے پاکستان کے خلاف مذکورہ کتاب کے علاوہ اپنی دوسری کتاب "سندھو جی ساجاہ" میں علانیہ اسلام کے خلاف بھی زہر اگلا ہے تاکہ اسکے بیرونی آقاؤں کا حتمی ہدف بھی پورا ہو جائے۔ چند اقتباسات یہ ہیں:-

(الف) کیا قرآن مکمل کتاب ہے؟ نہیں، قرآن کو مکمل کتاب سمجھنا غلط ہے (ص ۳۴۴)

(ب) مسلمانوں کے ہاں یہ بات راسخ ہو گئی کہ حضرت محمد صلعم کی ترتیب دی ہوئی شریعت ضابطۂ حیات ہے۔ لیکن یہ بات غلط اور فرسودہ ہے بلکہ اس شریعت کا دوسرا حصہ معاشرے کی تبدیلی کی وجہ سے بیکار اور منسوخ ہو چکا ہے جسے دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا (ص ۳۴۴)

(ج) ابتدائی مسلمان خلفائے راشدین جن کے دور کو سنہری کہا جاتا ہے۔ اس دور حکومت میں جہاد کے نام پر آزاد ملکوں کو عرب سامراج کا غلام بنا دیا گیا۔ لاکھوں لوگوں کو قتل کیا گیا۔ مفتوح ملکوں کے لوگوں کو ان کا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا اور ان کے اصل نام تبدیل کر کے عربی نام رکھوائے گئے۔ اسلام کے ان علمبرداروں نے مذہب کے نام پر انسانیت سوز حرکتیں کی ہیں مگر مسلمانوں کو اب بھی شرم نہیں آتی ہے کہ وہ ایسی ظالمانہ کردار والی ابتدائی حکومت کو بہترین حکومت اور حکومت الٰہیہ قرار دے کر اس پر فخر کا اظہار کرتے ہیں (ص ۳۵۰ تا ص ۳۵۱)

(د) حضرت محمد صلعم کے بعد قیادت تو حضرت علیؓ کے ہاتھ آنی تھی مگر عمرؓ نے ایسا نہیں ہونے دیا اور عمرؓ نے ابوبکرؓ کو آگے کر دیا۔ عمرؓ کو معلوم تھا کہ ابوبکرؓ کی زندگی کم رہ گئی ہے لہٰذا جلد ہی حکومت ان کے قبضہ میں آجائے گی۔ (ص ۳۵۲ تا ص ۳۵۳)۔

(۲) نظریاتی تخریب کاریوں کا دوسرا اہم کردار شیعہ شاطر رئیس امروہوی ہے جسے پاکستانی مسلم قومیت واحدہ کے خلاف "پانچ قومیتوں" کا فتنہ چلایا جس نے مسلسل یہ لکھا کہ "پنجتن" کی قسم پاکستان میں پانچ قومیتیں ہیں۔ نمونے کے لئے ملاحظہ کیجئے اخبار جنگ کراچی ۵ ستمبر ۸۶ء اور ۲۴ جون ۸۶ء۔

(۳) نظریاتی تخریب کاری کا تیسرا بڑا کردار الطاف حسین ہے جس نے رئیس امروہوی کے شرانگیز نعرہ پنج قومیت پر عملاً ایک سازشی تحریک شروع کر دی ہے تاکہ ملک و ملت کی اسلامی وحدت

بالآخر پارہ پارہ ہو جائے ۔ اس طرح الطاف حسین کا رشتہ مذکورہ بیرونی اور اندرونی دشمنانِ پاکستان کے ساتھ واضح ہو جاتا ہے ۔ وقت آگیا ہے کہ مندرجہ بالا تمام منافقین کی فوری سرکوبی کر دی جائے ورنہ انجام معلوم ۔ (ابوالقسم انصاری) ۔

قندھار چلو قندھار چلو

جولائی کے اوائل میں ہفتہ بھر دارالعلوم حقانیہ میں قیام کرنے اور علماء و طلبہ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا اس کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتا ہوں ۔ اساتذہ و طلباء اور روزانہ آنے اور جانیوالے مجاہدین افغانستان کی ملاقاتیں، جذبۂ جہاد ۔ فضلائے حقانیہ کی اس میں دلچسپی اور پھر مولانا عبدالقیوم حقانی کے ساتھ مجاہدین کیمپ میں جہاد کے جلسوں میں شرکت سے جو ایمانی کیفیات ۔ روحانی لذتیں اور جذبۂ عمل و جہاد پیدا ہوا ہے اسی آہنگ میں مولانا ظفر علی خان مرحوم کی یہ نظم یاد آرہی تھی اور اب زبان پر چڑھ گئی ہے ۔ آپ حضرات تو عملاً شریک جہاد ہیں مجاہدین پڑھیں گے تو کیف و سرور کی مستی میں جھوم جائیں گے اور اگر مناسب سمجھیں تو قارئین الحق کی خدمت میں بھی پیش کر دیں ۔
(شبیر احمد میواتی) ۔

نظم

چلتی ہے جدھر تلوار چلو
چلتے ہیں جدھر سب یار چلو

بے مایہ ہو یا زردار چلو
دریائے اٹک کے پار چلو

قندھار چلو قندھار چلو

تقدیر عرب کہتی ہے جہاں
تدبیر عجم رہتی ہے جہاں

بل کھاتی ہوئی بہتی ہے جہاں
دنیا کے لہو کی دھار چلو

قندھار چلو قندھار چلو

پھر فطرت شور مچاتی ہے
اور سوتے ہوؤں کو جگاتی ہے

بلند سے کانوں میں آتی ہے
تلواروں کی جھنکار چلو

قندھار چلو قندھار چلو

جذبہ نہ ہو کم آزادی کا
بھرتے رہو دم آزادی کا

لہراؤ علم آزادی کا
اور کرتے ہوئے یلغار چلو!

قندھار چلو قندھار چلو

داڑھی میں چھپا اسلام نہیں ٹوپی سے ڈھکا اسلام نہیں
اس طرح ملا اسلام نہیں دم سے تو مجاھد وار چلو
قندھار چلو قندھار چلو

مرزائیوں کی عبادتگاہ کا صحیح نام

حکومت پاکستان نے جب آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء کے تحت مرزائیوں کو منجملہ دیگر ممنوعات کے اپنی عبادت گاہوں کو "مسجد کا نام دینے سے روک دیا تو انہوں نے بہت شور و غوغا مچایا حالانکہ حکومت نے نہایت صحیح قدم اٹھایا تھا جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی مزعومہ وحی کے بالکل موافقت میں کیا گیا تھا۔

مرزا صاحب کی وہ مزعومہ وحی یہ ہے :- الم نجعل سھولۃ فی کل امر بیت الفکر و بیت الذکر (براہین حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ ۴ صفحہ ۳۵۴/۵۸۰/۳۷۰)۔

مرزا صاحب نے اس مزعومہ وحی کے معنے یوں لکھے ہیں۔ کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی۔ کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔" مرزا صاحب مزید تشریح یوں کرتے ہیں :- "بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کے لئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے کہ جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے۔"

جب مرزا صاحب نے اپنی عبادتگاہ کا نام مسجد رکھا تو یہ بات مقبول نہیں ہوئی بلکہ بالکل رد کر دی گئی اور ان کو مندرجہ بالا مزعومہ وحی میں متنبہ کیا گیا کہ ہم نے تمہاری عبادتگاہ کا نام بیت الذکر رکھا ہے جس کا ماننا تم پر فرض ہے۔ مسجد کا نام ہم نے صرف مسلمانوں کی عبادتگاہ کا رکھا ہے جیسا "مسجد الاقصیٰ" اور "مسجد الحرام" وغیرہ جو کہ قرآن حکیم سے بالکل ثابت ہے۔ تمہاری عبادتگاہوں پر "مسجد" کے نام کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لہذا تم اپنی عبادتگاہوں کا نام صرف اور صرف بیت الذکر ہی رکھ سکتے ہو۔ جو کہ ہم نے تم کو عطا کیا ہے۔

بہت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ نہ صرف مرزا صاحب نے اپنی حیات میں اور نہ ہی ان کے متبعین نے آج تک مندرجہ بالا مزعومہ وحی کا کوئی احترام ہی کیا اور نہ ہی اس کی تعمیل کی بلکہ برابر خلاف ورزی کرتے رہے جس سے بالکل واضح طور پر یہ بات مانی جا سکتی ہے

کہ :۔ (۱) مرزا صاحب پر کوئی وحی منجانب اللہ عز وجل نہیں ہوئی اور یہ تمام باتیں ان کے اپنے ہی دماغ کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔

(۲) مرزا صاحب کے متبعین کو بھی اس مزعومہ وحی کی صداقت کا یقین نہیں تھا۔ وگرنہ وہ اس کی تعمیل ضرور کرتے اور اپنی عبادتگاہوں کو "مسجد" کا نام نہیں دیتے بلکہ "بیت الذکر" ہی کہتے تاکہ ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوجاتی۔

نہایت تعجب کی بات ہے کہ مرزائی صاحبان جب مرزا صاحب کے دیگر مزعومہ الہامات جو بقول مرزا صاحب کے اُن کو اُن کے اللہ نے کہے ہیں بغیر کسی حیل و حجت کے صحیح تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں تو پھر بیت الذکر والے مزعومہ الہام کو صحیح تسلیم کرنے اور قبول کرنے میں کیوں حیل و حجت اور شور اور واویلا کرتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ مرزا صاحب کی مندرجہ بالا مزعومہ وحی کا احترام کرتے ہوئے (جیسا کہ ان کا فرض اولین ہے) اپنی تمام عبادتگاہوں کا نام جہاں کہیں بھی وہ ہیں صرف اور صرف "بیت الذکر" رکھیں اور اس ہی نام سے آئندہ انکا تذکرہ کریں تاکہ ایک امتیازی حیثیت واضح طور پہ حاصل ہوجائے اور عامۃ المسلمین دھوکا نہ کھائیں۔ مزید برآں مرزائی صاحبان "مسجد" کے نام کو بالکل بھول جائیں۔ کیونکہ "مسجد" کا نام صرف اور صرف مسلمانوں کی عبادتگاہوں کے لئے منجانب اللہ عز وجل مخصوص کیا گیا ہے۔

مرزائیوں کے غیر مسلم ہونے کی یہ دوسری واضح اور ٹھوس دلیل ہے۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔ (خلیل الرحمٰن قادری راولپنڈی)۔

سوانح مولانا غلام غوث ہزارویؒ

قارئین حضرات سے التماس ہے کہ راقم الحروف آجکل مجاہد ملت، وکیل صحابہ، قاطع مرزائیت، حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ کے حالات زندگی پر کتاب ترتیب دے رہا ہے۔ اگر آپ حضرات کے علم میں مولانا ہزارویؒ کا کوئی واقعہ ہو تو تحریر کرکے یا مولانا کا خط ہو تو فوٹوسٹیٹ کرکے مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجدیں۔ وہ بھیجنے والے احباب کے حوالہ سے کتاب میں شامل کیا جائے گا۔

میں تعاون کرنے والے دوستوں کا شکر گزار ہوں گا۔

منظور احمد شاہ آسی مدرسہ دار العلوم معارف القرآن
مرکزی جامع مسجد مانسہرہ

تعارف و تبصرۂ کتب

جناب حکیم محمد سعید صاحب
چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن
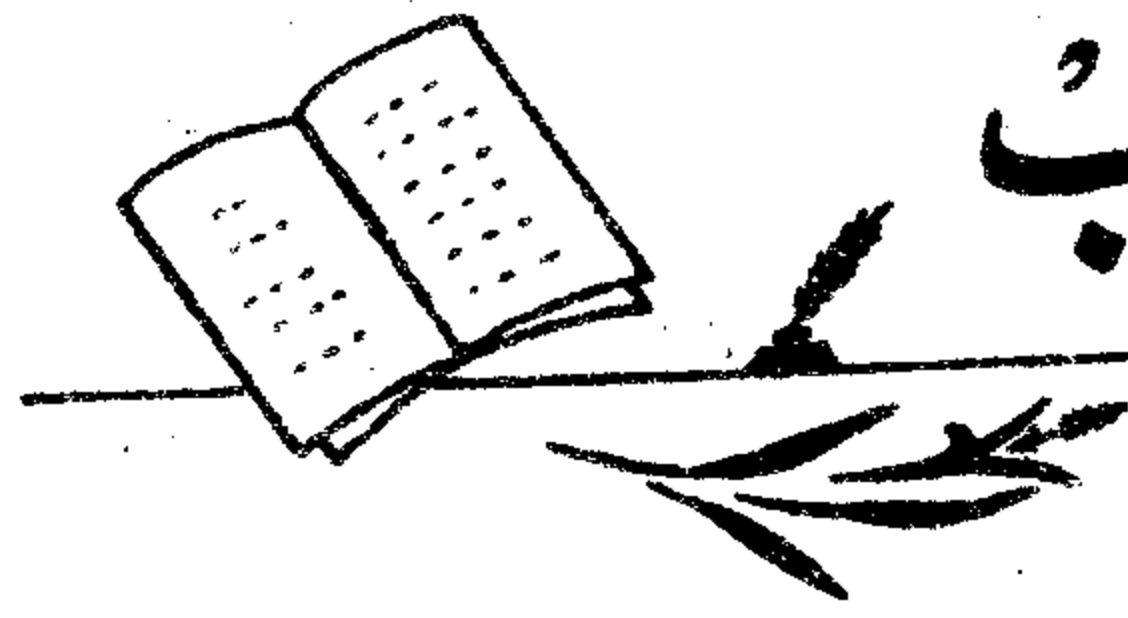
امام اعظم ابوحنیفہ کا نظریہ انقلاب و سیاست

تصنیف - مولانا عبدالقیوم حقانی - صفحات ۶۴ قیمت ۶ روپے
ناشر - مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ - اکوڑہ خٹک - پشاور

امام اعظم ابوحنیفہ کا نظریہ انقلاب و سیاست - مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیف ہے جس میں سیاست کا اسلامی مفہوم و تشریح - امام ابوحنیفہ کا سیاسی مسلک و کردار، سیاسی تجربے اور کارنامے ایک ہمہ گیر انقلابی تحریک اور مضبوط سیاسی جماعت کی ضرورت، تشکیل اور نصب العین، فقہ حنفیہ کی قانونی جامعیت، سیاست میں شرافت کے اصول جبر و ظلم کے مقابلے میں استقامت و پامردی - موجودہ دور میں سیاسی عمل کے رہنما اصول، اور دیگر کئی ایک اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

ہمدرد فاؤنڈیشن کے چیئرمین جناب حکیم محمد سعید صاحب نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے مصنف کے نام جو مکتوب گرامی ارسال فرمایا ذیل میں وہی بطور نقد و تبصرہ پیش خدمت ہے۔

"میں نے آپ کی کتاب امام اعظم ابوحنیفہ کا نظریہ "انقلاب و سیاست" کا مطالعہ بہ تمام و کمال کیا۔ آپ نے امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی کے اہم اور سبق آموز پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے واقعات کے حوالے سے ان کے نظریۂ انقلاب و سیاست کی وضاحت کی ہے وہ نہایت جامع ہیں۔

ائمہ فقہ نے عام دینی مسائل کے ساتھ قرآن و سنت پر مبنی نظام کے قیام اور معاشرے پر شرعی قوانین کی بالادستی کی بھی جدوجہد مجاہدانہ عزم و استقلال کے ساتھ کی ہے۔ ان کا فقہی اور اجتہادی شغف بھی اس عظیم مقصد کے تابع تھا۔ کہ پوری زندگی پر شریعت محیط ہو۔ انہوں نے شریعت کے خلاف قدم اٹھانے والے حکام وقت کا محاسبہ خوف و طمع سے بلند ہو کر کیا۔ اور اسلامی اصول عدل سے معمولی انحراف پر بھی علی الاعلان گرفت کی ہے۔ شرعی قوانین کے نفاذ کے لئے جہد مسلسل کی تاریخ میں بلاشبہ امام اعظم ابوحنیفہ کا مقام بہت بلند ہے۔

آپ نے نہایت تحقیق و بصیرت اور بیش قیمت حوالہ جات کے ساتھ امام صاحب کے نظریۂ انقلاب و سیاست کی اس طرح وضاحت کر دی ہے کہ اس باب میں موجودہ کش مکش اور تذبذب کی فضا میں نفاذ شریعت کے لئے کام کرنے والوں کو رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ جل سبحانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور آپ کی کتاب کو قبول عام سے نوازیں۔ آمین

پاکستان کی
قومی بندرگاہ...
کراچی پورٹ
پاکستان کی قومی بندرگاہ